

مسیحیت

علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں

ایک اہم عربی کتاب کا شگفتہ اردو ترجمہ جس میں مسیحیت کا معروضی مطالعہ اور بے لاگ جائزہ پیش کیا گیا ہے اور قرآن حکیم کی روشنی میں مسیحیت کی تاریخ اور اس کے کمزور پہلوؤں کی علمی انداز میں نشان دہی کی گئی ہے۔

تألیف

متولی یوسف جلی

ترجمہ

مولانا شمس تبریز خان بکھنوی



ادارہ اسلامیات ○ انارکلی، لاہور ۲

مسیحیت

علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں

ایک اہم عربی کتاب کا شگفتہ اردو ترجمہ جس میں مسیحیت کا معروضی مطالعہ اور بے لاگ جائزہ پیش کیا گیا ہے اور قرآن حکیم کی روشنی میں مسیحیت کی تاریخ اور اس کے کمزور پہلوؤں کی علمی انداز میں نشان دہی کی گئی ہے۔

تالیف

متولی یوسف جلی

ترجمہ

مولانا شمس تبریز خان بکھنوی



ادارۃ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔ ۲

اشاعت اول	:	رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ ، مئی ۱۹۸۶ء
باہتمام	:	اشرف برادران سلمہم الرحمان
مطبع	:	تجارت پرنٹرز ، لاہور
ناشر	:	ادارہ اسلامیات ، لاہور ۲
قیمت	:	

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی، لاہور ۲

دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی ۲

ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم، کراچی ۱۳

مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم، کراچی ۱۳

فہرست

۵۲	تدوین کی زبان اور تاریخ	۶	تمہید مترجم
۵۳	انجیل لوقا	۱۳	مقدمہ (مؤلف) مقصد اور طریقہ کار
۵۴	تاریخ تدوین	۱۳	کتاب کا مقصد
۵۵	انجیل یوحنا	۱۴	کتاب کا طریقہ کار
۵۸	تاریخ تدوین	۱۷	مسیحیت: جس کی تعلیم مسیح نے دی تھی
۵۹	اناجیل اربعہ پر ایک نظر	۲۴	قرآن ہی مسیحیت کا ماخذ کیوں؟
۶۱	حضرت عیسیٰ کی اصل انجیل۔ اور موجودہ اناجیل	۲۸	تاریخ مسیحیت حضرت عیسیٰ کے بعد
۶۲	ایٹن دینیہ کی رائے	۲۸	حضرت عیسیٰ پر یہود اور رومیوں کے مظالم
۶۸	ڈاکٹر نظمی لوقا کی رائے	۳۲	دینی مظالم کے چار دور
۷۰	برنابا اور ان کی انجیل	۳۳	دینی مظالم نیرو کے عہد ۶۴ء میں
۷۰	برنابا کی شخصیت	۳۳	دینی مظالم عہد تراجان ۱۰۶ء میں
۷۳	برنابا کا دینی مقام	۳۴	دینی مظالم ڈی سیس کے عہد ۲۵۱-۲۵۹ء میں
۷۴	انجیل برنابا کے بارے میں	۳۵	دینی مظالم دقلد بانوس کے عہد ۲۸۴ء میں
۷۷	انجیل برنابا کی اہمیت	۳۷	مسیحی عقائد میں فلسفہ کی آمیزش
۸۰	ایک اہم نکتہ	۳۷	امتزاج مغرب میں
۸۲	عیسائیت۔ اناجیل اربعہ اور انجیل برنابا کی روشنی میں	۴۰	امتزاج مشرق میں
۸۲	عقائد اور انجیلیں	۴۵	مسیحیت کے ماخذ (توراة، اناجیل، رسولوں کے خطوط)
۸۵	دارورسن کی آزمائش یا صلیب مسیح	۴۷	مسیحیت کا ماخذ اول: اناجیل
۸۶	ایٹن دینیہ کی رائے مسیحیت کے بارے میں	۴۷	انجیل متی
۸۸	ڈاکٹر نظمی لوقا کے خیالات	۴۸	انجیل متی کی زبان
۹۱	مسیحیت۔ انجیل برنابا کی روشنی میں	۴۸	تاریخ تدوین اور مترجم
۹۱	عقیدہ	۵۰	انجیل مرقس

۱۲۵	ملاحظات	۹۳	صلیب کے بارے میں
۱۲۶	خلقیدونہ کی کونسل	۹۶	انجیل برنابا ایک عیسائی دانشور کی نظر میں
۱۲۶	سبب انعقاد	۱۰۱	علامہ رشید رضا مصری کا دیباچہ
۱۲۷	حاضرین کی تعداد	۱۰۴	رسولوں کے اعمال اور خطوط
۱۲۷	قراردادیں	۱۰۴	رسائل کے معنی
۱۲۸	ملاحظات	۱۰۵	رسائل کی تعداد
۱۲۹	تبصرہ اور جائزہ	۱۰۶	تحریر کی زبان اور ان کے لکھنے والے
۱۳۱	خلاصہ	۱۰۸	پولس اور مسیحیت
۱۳۲	قسطنطنیہ کی دوسری کونسل ۶۵۳ء	۱۱۰	رسائل پر چند ملاحظات
۱۳۲	سبب انعقاد	۱۱۳	کلیسا کی کونسلیں اور اجتماعات
۱۳۲	حاضرین کی تعداد	۱۱۳	اس تحقیق کی اہمیت
۱۳۲	قراردادیں	۱۱۴	کونسل کا مفہوم
۱۳۳	ملاحظات	۱۱۴	کونسلیں اور ان کی نوعیت و تعداد
۱۳۳	قسطنطنیہ کی تیسری کونسل	۱۱۶	نیقیہ کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء
۱۳۳	سبب انعقاد	۱۱۶	سبب انعقاد
۱۳۳	حاضرین کی تعداد	۱۱۸	حاضرین کی تعداد
۱۳۳	قراردادیں	۱۱۹	قراردادیں
۱۳۴	نیقیہ کی دوسری کونسل ۴۸۷ء	۱۱۹	ملاحظات
۱۳۴	سبب انعقاد	۱۲۰	قسطنطنیہ کی پہلی کونسل ۳۸۱ء
۱۳۴	حاضرین کی تعداد	۱۲۰	سبب انعقاد
۱۳۴	قراردادیں	۱۲۱	حاضرین کی تعداد
۱۳۵	(الف) قسطنطنیہ کی چوتھی کونسل ۸۶۹ء	۱۲۱	قراردادیں
۱۳۵	سبب انعقاد	۱۲۲	ملاحظات
۱۳۵	حاضرین کی تعداد	۱۲۳	افسوس کی پہلی کونسل ۴۳۱ء
۱۳۵	قراردادیں	۱۲۳	سبب انعقاد
۱۳۶	(ب) قسطنطنیہ کی پانچویں کونسل ۸۷۹ء	۱۲۴	حاضرین کی تعداد
۱۳۶	سبب انعقاد	۱۲۵	قراردادیں

۱۶۰	زونجلی	۱۳۶	قراردادیں
۱۶۰	کالون	۱۳۷	نتیجہ
۱۶۱	اصلاحی تحریک کے نتائج	۱۳۸	کونسل روما ۱۲۳ھ
۱۶۱	ایک اہم نکتہ	۱۳۸	۱۱۳۹ھ
۱۶۴	اہل کتاب کون ہیں	۱۳۸	۱۱۷۹ھ
۱۷۳	اہل کتاب کے بارے میں قرآن کا موقف	۱۳۸	۱۲۱۵ھ
۱۷۳	قدرو اعتراف	۱۳۹	۱۵۲۲ء سے ۱۵۶۳ء تک
۱۷۵	معاندین کو تنبیہ	۱۳۹	کونسل روما ۱۸۶۹ء
۱۷۵	عقیدہ الوہیت کی تصحیح	۱۴۲	سیسی فرقی: پرلنے اور نئے
۱۷۷	حقیقت عیسیٰؑ	۱۴۳	چند ملاحظیات
۱۷۸	حضرت عیسیٰؑ کا موقف	۱۴۳	عمدہ حمید اور رجال کلیسا کی حکومت کے لیے نیازی کا مرحلہ
۱۷۹	قرآن اور حضرت مریمؑ	۱۴۴	رومی حکومت کے زیر سایہ اقامت کا رواج
۱۸۰	شراہ سابقہ کا ابطال	۱۴۵	استقلال اور حکومت سے کشمکش کا مرحلہ
۱۸۱	حضرت عیسیٰؑ کی رسالت بنی اسرائیل تک محدود تھی	۱۴۵	تقسیم کا سبب
۱۸۱	اہل کتاب کے کچھ جرم	۱۴۶	ایک اہم تاریخی نکتہ
۱۸۲	قرآن کی نظر میں اہل کتاب و مسلمانوں کا اتحاد	۱۴۸	دینی اصلاح کی تحریک
۱۸۳	قرآن اور مسلمانوں اور اہل کتاب کے تعلقات	۱۴۹	کلیسا کا تعلق عوام و علماء سے
۱۸۴	سیاسی تعلقات	۱۵۰	کلیسا کا تعلق امر اور احکام سے
۱۸۶	فوجی اور جنگی معاملات	۱۵۰	کلیسا کا آپسی طرز عمل
۱۹۱	چند افکار و خیالات	۱۵۱	نجات کے ٹکٹ اور پروانے
۱۹۱	غیر جانبدارانہ طرز تحقیق	۱۵۲	اخلاقی طرز عمل
۱۹۳	مذہب کا تقابلی مطالعہ	۱۵۴	تحریک اصلاح کا آغاز اور ایک راہب کی آواز
۱۹۶	مذہبی رواداری کے دعوے	۱۵۶	اصلاح کا دوسرا مرحلہ - فکری محاذ
۲۰۰	غیر مسلموں سے تعلقات کی حد فاصل	۱۵۶	ارزم (۱۲۶۵ - ۱۵۳۶ء)
۲۰۱	اہل کتاب اور غیر مسلموں سے تعلقات	۱۵۷	ٹامس مور (۱۲۷۸ - ۱۵۳۵ء)
۲۰۵	مصادر و مراجع	۱۵۷	لوٹھر
		۱۵۹	لوٹھر کے عقائد

تمہید مترجم

اسلام نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ روز اول ہی سے رواداری اور صلح جوئی کا رویہ اپناتے ہوئے انہیں مشرکین سے الگ اور ایک ممتاز مقام دیا اور ان کے ساتھ خصوصی رعایت کا معاملہ کیا، اور ایک نقطہ اتفاق کی طرف بلایا:-

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ
بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا
مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا
اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (آل عمران ۶۴)

اے اہل کتاب آؤ اس چیز کی طرف جو ہمارے تمہارے
درمیان مشترک ہے کہ ہم سوا اللہ کے کسی کی عبادت
نہ کریں نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور ہم میں سے
کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب نہ بنائے اور اگر وہ
روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

قرآن میں جا بجا خدا ترس اہل کتاب کا ذکر خیر بھی ہوا اور نصاریٰ کو یہود کے مقابلے

پر مسلمانوں سے زیادہ قریب اور ان کا دوست بتایا گیا:-

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً
لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ
أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ
مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا

آپ لوگوں میں مومنوں کا سب سے بڑا دشمن
یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور ان کے لئے
محبت میں قریب تر وہ ہیں جو اپنے کو نصاریٰ
کہتے ہیں یہ اس لئے کہ ان میں سے عالم بھی ہیں

اِنَّا نَصَارَىٰ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ
 قَسِيْبِيْنَ وَرُهْبَانًا وَاَنْتَهُمْ
 لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا
 مَا اُنزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرَىٰ اَعْيُنُهُمْ
 تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ
 يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَمَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ

(المائدہ ۸۲-۸۳)

اسی وجہ سے ان سے شائستہ انداز سے مذاکرہ و مناظرہ کی ہدایت کی گئی :-

وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا
 بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ
 ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۝ (العنکبوت ۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اہل کتاب کے ساتھ ہمیشہ خصوصی معاملہ
 فرمایا، وفد نجران کے ساتھ آپ کا حسن سلوک سب کو معلوم ہے، آپ نے ایک بار
 فرمایا :-

انا اولی الناس بعیسی بن مریم
 فی الدنیا و الاخرۃ۔ (بخاری)
 میں دنیا و آخرت میں عیسیٰ بن مریم سے سب سے
 زیادہ قریب ہوں۔

کتاب و سنت کی انہی تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ مسلمانوں نے شروع سے اہل کتاب
 کے ساتھ مصاحبت اور سیرِ حنبلی کا رویہ قائم رکھا اور مناظرانہ بحثوں میں بھی علمی و
 تحقیقی انداز اپنایا اور مسیحیت کو اپنے مطالعے اور تحقیقی دیکھنیوں کا موضوع بنایا۔

علمائے اسلام میں غالباً سب سے پہلے عیسائیت پر تفصیلی انداز سے...
 علامہ ابن حزم (۳۸۴-۴۵۱ھ) نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں قلم اٹھایا، ان کے
 بعد علامہ شہرستانی (م ۵۴۸ھ) نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں اس موضوع پر لکھا،
 اس کے بعد امام رازی (م ۶۰۶ھ) اور قرطبی نے اپنی اپنی تفسیروں میں عیسائیت
 سے تفصیلی بحث کی اور ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی اور قرآنی بیانات کا دفاع کیا، پھر
 شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) نے عیسائیوں کی "کتاب المنطقی" کے
 جواب میں "الرسالة القبرصية" لکھا اور پھر وہ معرکہ آرا کتاب لکھی جو آج
 "الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح" کے نام سے پار ضخیم جلدوں میں
 ہمارے سامنے ہے۔ (اس کتاب کی اردو میں تلخیص راقم الحروف کے قلم سے
 جاری ہے) علامہ ابن تیمیہ کا رد عیسائیت و یہودیت میں ایک اور بھی رسالہ
 اس نام سے ملتا ہے:-

"اظهار تبديل اليهود والنصارى للتوراة والا انجيل وبيان
 تناقض ما يابدينهم من ذلك مما لا محتمل التاويل"

کے بعد ان کے قابل فخر تلمیذ ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے "هداية
 المياري من اليهود والنصارى" لکھی جو اپنے موضوع پر کامیاب کتاب
 ہے۔ اس عہد کے بعد سے کئی صدیوں تک عیسائیت کے جواب میں کوئی تفصیلی
 و تحقیقی کتاب ہمارے علم میں نہیں، ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد
 جب عیسائی مشنریوں نے اسلام پر جارحانہ حملے شروع کئے، اور زوال آمادہ
 و شکست خوردہ ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے مذہب سے دور اور عیسائیت

سے قریب کرنے کے لئے، مشن اسکول، شفا خانے اور پریس قائم کئے اور جگہ جگہ عیسائی پادریوں نے مناظرے اور مجادلے شروع کئے تو ان کے رد و دفاع کے لئے مسلمانوں کی طرف سے مولانا سید آل حسن (م ۱۸۲۶ء) مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۳۰۸ھ) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) ڈاکٹر وزیر خاں آگے بڑھے اور اپنی تحریروں اور تقریروں سے عیسائی مشنریوں کو دندان شکن جواب دیئے، خاص طور پر مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے رد عیسائیت میں بڑی پر مغز، قابل قدر اور ضخیم کتابیں لکھیں، ان کی "ازالۃ الاوہام" (فارسی) "ازالۃ الشکوک" (اردو) "اعجاز عیسوی" (اردو) اور "اظہار الحق" (عربی) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی "حجۃ الاسلام" "تقریر دلیپذیر" اور "آب حیات" اور مذکورہ بالا افراد نے رد عیسائیت کے سلسلے میں یادگار اور تاریخی کردار ادا کیا اور پوری امت کے شکر یے اور قدر دانی کے مستحق ٹھہرے۔

مرزا غلام احمد قادیانی بھی موقع کی تاک میں تھے، انھوں نے مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرنے اور اپنی نبوت کا راستہ ہموار کرنے کا، غرض سے "براہین احمدیہ" لکھی، چنانچہ ان کا یہ تیرنشانے پر بیٹھا اور مسلمانوں نے انھیں ایک مکلم اسلام کی حیثیت سے دیکھا۔

کچھ عرصے کے بعد مولانا عنایت رسول عباسی نے توراہ و انجیل میں آنحضرت کے سلسلے میں مذکور بشارتوں کو ان کے اصل جبرانی متن اور اپنی گرانقدر تحقیقات کے ساتھ اردو میں شائع کیا جو اردو میں ایک قابل قدر خدمت تھی۔ اسی دوران مولانا

لے تفصیل کے لئے دیکھیے حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب مدظلہ کی کتاب "قادیانیت"

عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ "البیان" میں بھی عیسائیت پر بہت جامع انداز میں لکھا۔

ردِ عیسائیت کے سلسلے میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری (م ۱۹۲۷ء) کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں، انہوں نے اپنی علمی و روحانی بصیرت کے ذریعہ قادیانیت کے ساتھ عیسائیت کا بھی بھرپور مقابلہ کیا اور ۱۲۸۹ھ میں اس مقصد کے لئے کانپور سے "منشور محمدی" نام کا اخبار نکالا، مولانا کے معتقدین میں سے شیخ مولانا بخش نے ردِ عیسائیت میں ایک بلند پایہ کتاب "مراسلاتِ مذہبی" لکھی، خود مولانا نے عیسائیوں کے جواب اور اسلام کے دفاع میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں "آئینہ اسلام" اور "پیغامِ محمدی" بہت اہم مقام رکھتی ہیں۔

انگریزی میں خواجہ کمال الدین کے عقائد سے قطع نظر ان کی.....

(THE SOURCES OF CHRISTIANITY) 'مجملاً ان کی دوسری کتابوں کے ایک اچھی کتاب ہے۔ جواب تک اپنی افادیت رکھتی ہے۔

پروفیسر نواب علی مرحوم کی کتاب "تاریخ صحفِ سماوی" اپنے موضوع پر ایک لاجواب کتاب ہے، مولانا محمد تقی عثمانی (کراچی) نے اظہارِ الحق "اپنے ایسے فاضلاً مقدمے کے ساتھ شائع کی ہے، جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے، یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی مدظلہ نے بھی اپنی تفسیرِ ماجدی میں ردِ عیسائیت و یہودیت کے سلسلے میں جدید و قدیم آخذ سے متعلق بڑا قیمتی مواد فراہم کر دیا ہے۔

عصرِ حاضر میں عربی میں لکھی جانے والی دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

ایک شیخ محمد عبده کی "الاسلام والنصرانیہ" دوسری شیخ ابو زہرہ مرحوم کی محاضرات
فی النصرانیۃ۔

پیش نظر کتاب بھی اس سلسلے کی اچھی اور مفید کتابوں میں ہے، جس میں
عیسائیت کی تاریخ، مسیحیت کے مآخذ، مسیحی کونسلوں اور نئے پرانے فرقوں اور
مسیحیت کی اصلاحی تحریکوں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے اور انجیل برنابا سے
تحقیقی بحث کی گئی ہے، اور خاص طور پر قرآن مجید کے بیانات اور اس کے
بتائے ہوئے خطوط پر غور و فکر کیا گیا ہے، اس طرح اردو میں یہ کتاب
عیسائیت کے بے لاگ مطالعہ و جائزہ اور معروضی انداز بحث کا نمونہ
کہی جاسکتی ہے۔

اس کے مصنف جامعہ ازہر کے فاضل ہیں، اور انڈونیشیا وغیرہ میں
تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کافی کام کر چکے ہیں، اور بڑی دینی غیرت و حمیت
رکھتے ہیں۔

اس کتاب کو حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ نے
بہت پسند فرمایا اور مجھ سے اس کے ترجمے کی فرمائش کی جس کی بھلا شکر تمیل و
تکمیل ہو گئی۔

حضرت مولانا خود اس پر مقدمہ تحریر کرنا چاہتے تھے، لیکن اپنے مشاغل و
اسفار کے سبب اس کا وقت نہیں نکال سکے، شاید کسی آئندہ فرصت میں ان کا
مقدمہ زینت کتاب بن سکے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کو نافع اور مفید بنائے اور اس کے ذریعہ

ہدایت اور صحیح نتائج تک پہنچنے کی راہیں کھول دے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

شمس تبریز خاں لکھنؤ

عزہ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

۲ مارچ ۱۹۷۶ء

مقدمہ

مقصد اور طریقہ کار

۱۔ کتاب کا مقصد

اس کتاب کا مقصد اس کا نام ہی ہے، یعنی 'مسیحیت پر روشنی' اس کتاب میں مسیحیت کو مسیحی علماء ہی کے بیانات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے، اس میں ایسے مسیحی علماء کے بیانات ہیں جن میں سے بعض مسلمان بھی ہو گئے، اور بہت سے اپنے مذہب پر قائم رہے، ان میں مشرق و مغرب دونوں کے علماء شامل ہیں۔

ان علماء کی تصریحاً سے مسیحیت کی حالت و حیثیت واضح ہو جاتی ہے، پھر اس کے بعد قرآنی توضیحات ہیں، جو قرآنی الفاظ ہی میں پیش کئے گئے ہیں، اور اپنی طرف سے کوئی چیز بڑھائی نہیں گئی ہے، اگرچہ بعد میں ہم نے علماء اسلام کے وہ بیانات بھی درج کتاب کئے ہیں جن سے ایک مختصر تجزیہ بہانے سامنے آتا ہے، اور مستقبل میں بحث کے لئے وہ علمی بنیادیں فراہم کرتا ہے، جن کا دعویٰ علماء عرب کو ہے، لیکن اس پر عمل نہ کر کے آزادانہ بحث

اور علم کی عزت کے ساتھ ذہن کیلئے رہے ہیں۔

اس طرح کتاب کے بڑے مقصد قرار پاتے ہیں:

- ۱۔ علمائے مسیحیت کی تحریروں سے مسیحیت کو روشنی دکھانا۔
- ۲۔ مطالعہ مسیحیت کے لئے علمی معیار اور بنیادیں فراہم کرنا، ان سے نکلے ہوئے نتائج کو بنا طعن و تشنیع کے سامنے رکھ دینا، اور ٹھنڈے دل سے سوچنے والوں کے لئے دلائل مہیا کر دینا۔

۲۔ کتاب کا طریقہ کار

۱۔ اصل مسیحیت کا مطالعہ جسے حضرت عیسیٰؑ لائے تھے، اور جس کے لئے شائد ہم قرآن ہی کو واحد ماخذ بنا سکتے ہیں۔

۲۔ حضرت مسیحؑ کے بعد کی مسیحیت کا مطالعہ اس میں ہم عیسائیوں کے مذہبی تسلیم سے بحث کریں گے، اور اس کے ساتھ ہی مسیحیت پر فلسفہ یونان کے اثرات دکھائیں گے۔

۳۔ آخذ مسیحیت۔ اس میں تورات (عہد قدیم) انجیل (عہد جدید) انجیل سے کئی موضوعات وابستہ ہیں جیسے حضرت مسیحؑ سے انجیلوں کا تعلق، تاریخ نذوبن، حضرت عیسیٰؑ کی انجیل کے بارے میں علمائے عیسائیت کا بیان، انجیل کے بارے میں بعض مسلمان مسیحی علماء کے بیانات، انجیل برنابا اور کلیسا کا عدم اعتراف، انجیل کی تعداد اور ان کے کاتبین۔ الخ

۴۔ مسیحی ادارے۔ ان کے مطالعہ کی اہمیت، ان کی تعداد، ان کی سرگرمیاں اور

والداعین بدعوة الى يوم الدين-

متولی یوسف علی

مبعوث از ہر برائے انڈونیشیا

۲۸ شوال ۱۳۸۶ھ - ۲۸ جنوری ۱۹۶۶ء

مسیحیت جس کی تعلیم مسیح نے دی تھی

حضرت عیسیٰؑ کی رسالت اگلے انبیاء کی رسالتوں کی ایک کڑی تھی۔ انبیاء لوگوں کے پاس اس لئے آئے تھے کہ لوگ اپنے مالک کی عبادت کریں، جس نے انہیں پیدا کیا، مافیت اور روزی دی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، اس لئے کہ اس کی ذات فرد فریدہ مکتا، اور بے نیاز ہے، انبیاء کی دوسری تعلیم نماز، زکوٰۃ اور تقویٰ کی تلقین تھی۔

عیسیٰؑ نے کہا میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے
 کتاب دی ہے، اور نبی بنایا ہے، اور مجھے بابرکت
 بنایا ہے جہاں بھی رہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ
 کی وصیت کی ہے جب تک زندہ رہوں، اور
 مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا ہے اور مجھے

قَالَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ اَنَا اِلٰى الْكِتَابِ جَعَلَنِي
 ذَرِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا اَيْمًا كُنْتُ
 وَاَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ
 حَيًّا وَبِرَّ الْوَالِدِيْنَ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا
 شَقِيًّا۔ (سورہ مریم ۳۰-۳۲)

نگدل اور بد بخت نہیں بنایا ہے۔

قرآن مجید میں اسی احترام اور التزام کے ساتھ مسیحیت کے نقوش اجاگر کئے گئے ہیں

سورہ مائدہ میں ہے:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ بَنَ مَرْيَمَ أَنْتَ
قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَآلِيَّ مِنَ الْهَيْئِ
مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالِ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ
لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّهِ إِن كُنْتُ
قُلُّهُ فَقَدْ عَلِمْتَنِي تَعَلَّمْ مَا فِي نَفْسِي
وَلَا أَعْتَدُ مَا فِي نَفْسِيكَ إِنَّا كُنَّا
عَلَامَ الْغُيُوبِ مَا قُلْتَ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي
بِهِ أَنْ أَعْبُدَ وَأُحْسِنَ رِبِّيَّ وَرَبَّكُمْ
وَكَنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ
عَلَيْهِمْ وَكُنْتُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا

(المائدہ ۱۱۶، ۱۱۷)

اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بن مریم
کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو
خدا کے بدلے معبود بنا لو؟ عیسیٰ نے کہا آپ کی
ذات پاک ہے مجھے کیا حق تھا کہ میں وہ بات کہتا
جو مجھے زیبا نہیں، اگر میں نے کہا ہے تو وہ آپ کے
علم میں ہے، آپ میرے جی کا حال جانتے ہیں،
لیکن میں آپ کے دل کی بات نہیں جان سکتا
آپ تمام غیبی باتوں کو خوب جانتے ہیں میں نے
ان سے وہی کہا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ
اپنے اور میرے رب کی عبادت کرو، اور میں
جب تک ان میں رہا ان کے حالات کو دیکھتا رہا،
لیکن جب آپ نے مجھے اٹھایا تو آپ ہی ان کے
نگراں تھے اور آپ تو ہر چیز کے نگراں اور
گواہ ہیں۔

یہ آیتیں میدانِ قیامت میں حضرت عیسیٰؑ کے موقف کی وضاحت کرتی ہیں جس دن
خدا تمام رسولوں کو جمع کرے گا، آیات یہ بھی بتاتی ہیں کہ وہ ایک وحی شدہ شریعت لے کر
آئے تھے اور وہ اپنے تابعین کے افعال سے بری ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ جو دین لے کر آئے تھے
اس کی تصویر سورہ "شوریٰ" میں اس طرح آئی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ
 نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ، وَمَا
 وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى
 أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ
 كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ
 اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي
 إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ
 بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًا لِنَبِيِّهِمْ
 وَأُولَٰئِكَ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ
 أَجَلٍ مُّسَمًّى لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ
 الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ
 لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ۔

(الشوریٰ ۱۱۳، ۱۱۴)

خدا نے تمہارے لئے وہی دین بنایا ہے جس کی
 وصیت نوح کو کی تھی، اور جسے ہم نے آپ تک
 بھیجا ہے، اور جس کی وصیت ابراہیم موسیٰ
 و عیسیٰ کو کی تھی کہ دین کو قائم رکھنا، اور اس میں
 جھگڑا نہ کرنا۔ مشرکین پر وہ چیز بھاری ہے جس کی
 طرف آپ نہیں بلا رہے ہیں، اللہ جس کو چاہتا ہے
 اپنا بنا لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اپنی راہ
 دکھا دیتا ہے، لوگوں نے علم آنے کے بعد ہی
 آپسی سرکشی کے ساتھ اختلاف کیا، اور اگر ایک
 مقررہ مدت آپ کے رب کی طرف سے نہ ملے
 ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور
 جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب ملی ہے، وہ اسکی
 طرف سے شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔

جس طرح انبیاء پر اترا ہوا دین ایک تھا، اسی طرح ان کا مقصد بھی ایک ہی تھا،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ
 إِلَّا نُوحِيْٓ إِلَيْهِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
 فَاعْبُدُونِ۔ (الانبیاء: ۲۵)

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول بھیجا تو
 اسے یہی تعلیم دی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں
 اس لئے میری ہی عبادت کرو۔

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ خدا کی عبادت کرو

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا

أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَلَجِبُوا الطَّاعُونَ
وَأَسْأَلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا
أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهَةً
يُعْبَدُونَ. (زخون - ۲۵)

اور شیطان سے بچو۔

اور جن رسولوں کو ہم نے آپ سے قبل بھیجا تھا،
ان سے پوچھئے کہ کیا خدا کے سوا ہم نے کچھ اور
معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے!

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کا ہدف اور مقصد ایک ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ
اپنے مخاطب لوگوں کو صرف خدا کی عبادت اور تقویٰ کی طرف بلائیں، اسی لئے قرآن رسالت
مسیحؑ کو حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کی دعوت و رسالت کی تکمیل قرار دیتا ہے، اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے:

وَقَفْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعَيْسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ
مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ
وَإِنِّي آتِيَنَا بِالْبَيِّنَاتِ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ
وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ
وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ.
(المائدہ - ۴۶)

ہم نے ان انبیاء کے بعد عیسیٰؑ کو جانشین بنایا
کہ وہ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق
کریں، اور ہم نے انھیں انجیل دی جس میں ہدایت
اور نور تھا، اور جو اپنے سے پہلی کتاب تورات
کی تصدیق کے لئے اتاری گئی اور جو متقین کے لئے
ہدایت اور نصیحت تھی۔

اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت رسالت موسیٰ کی توسیع اور تکمیل تھی، اسی لئے
قرآن حضرت موسیٰؑ کی توریت کو امام، اور قابل اتباع قرار دیتا ہے، اس لئے کہ وہ یہودیوں کے لئے
شرعی اساس کی حیثیت رکھتی تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً
وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيًّا

اور عیسیٰ سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب امام و رحمت
بن کر آئی اور یہ کتاب (قرآن) بھی اگلی شریعتوں کی

مصدق ہے اور عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو
 لِيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَلِيُبَشِّرَ الْمُحْسِنِينَ
 (انعام - ۱۲)

اور رسالت عیسوی کی تفسیر کے لئے ارشاد ہے:

اور جب عیسیٰ کھلی دیلیں لے کر آیا اور کہا کہ
 وَمَا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَوْلًا
 قَدْ جِئْتَكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَالْبَيِّنَاتِ لَكُمْ
 بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَالْقَوَا
 وَأَطِيعُونَ إِنَّا اللَّهُ مُرَبِّي وَرَبِّكُمْ
 فَاعْبُدُوا هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ
 (زخرف ۶۳، ۶۴)

رب ہے اس لئے اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم

-۴-

اور (عیسیٰ نے کہا) کہ میں اپنے سے پہلے والی
 وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ
 وَلَا أُحِلُّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ
 فَجِئْتَكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَالْقَوَا
 وَأَطِيعُونَ إِنَّا اللَّهُ رَبِّي وَرَبِّكُمْ
 فَاعْبُدُوا هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ
 (آل عمران - ۵۰ - ۵۱)

ہے اور تمہارا بھی تو اسی کی عبادت کرو، یہی

سیدھا راستہ ہے

اسی طور پر حضرت عیسیٰ کی مسیحیت اس الہی رسالت کے عظیم سلسلہ ہی کی ایک کڑی
 تھی جس میں لوگوں کو اللہ کی عبادت اور تقویٰ کی تلقین کی گئی تھی، اسی لئے مسیحیت میں بھی

خدا کی وحدانیت اور شرک سے نفرت مشترک تھی، صرف خدائے واحد کی طاعت و عبادت پر زور تھا، اس کے احکام اور شریعت کی پابندی اور اخلاق فاضلہ اور عادات حسنہ کی تلقین موجود تھی۔

اس کے بعد ان باتوں میں کمی زیادتی ہی کو غلو اور کفر کہا گیا ہے، اسی لئے قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قوم کو نصیحت اور خدائے وحدہ لا شریک کی طرف دعوت کا ذکر اس طرح کیا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِإِبادَتِكِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنَ اللَّهِ عِوَابٌ

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح بن مریم ہی ہیں اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے، اور تمہارا بھی جو خدا کے ساتھ شرک کرتا ہے، تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(المائدہ - ۲۰)

اور یہ رسالت عیسوی کوئی عام اور عالمگیر رسالت نہ تھی، بلکہ قوم بنی اسرائیل کیلئے

مخصوص تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ

اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بن کر آیا اور تمہارے رب کے پاس سے نشانی لے کر آیا ہوں۔

(آل عمران - ۴۹)

اور جب عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل میں

وَإِذْ قَالَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ

إِلَى رَسُولِ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ
يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ فَلَمَّا
جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا
سِحْرٌ مُّبِينٌ

تمہارے لئے خدا کا رسول ہوں اور اپنے سے
قبل کی کتاب توریت کی تصدیق کرنے والا اور
اس رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے
بعد آنے والا اور جس کا نام احمد ہے، تو جب
وہ رسول ان کے پاس بیانات لے کر آیا تو وہ

(الصف - ۶) کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اور انجیل برنابا کی فصل ۲۳، ۲۴ میں ان قرآنی خصوصیات کی مزید تفسیر ہے
جیسا کہ انجیل متی میں ہے کہ:

”میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیروں کے لئے آیا ہوں۔“

اس تصریح کے بعد اس لازمی نتیجہ سے مفر نہیں کہ مسیحیت حضرت موسیٰ کی مخصوص
شرعیات کی تکمیل کے لئے آئی تھی، جو توحید کی دعوت اور لوگوں کی بلند اخلاقی تربیت پر مشتمل تھی،
اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ کذب و افتراء ہے۔

اس طرح مسیحیت اپنے موقف کو ان باتوں کے ذریعہ متعین کر لیتی ہے (۱) خدا کی
توحید اور اس کی عبادت کی دعوت۔ (۲) رسالت عیسوی، رسالت موسوی کی فقط تکمیل تھی،
(۳) خدا کی بھیجی ہوئی اصل عیسائیت پر زیادتی لگنی ناممکن ہے، اسی لئے قرآن حکیم نے بار بار
ذات باری کے بارے میں غلو اور بے راہ روی سے ڈرایا ہے، اور حضرت مسیحؑ کی حیثیت واضح
کردی ہے کہ:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ

اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور

وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ، إِنَّمَا مَلَّحُ
 عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمَتْهُ
 أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَأَمِنُوا
 بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ، وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةً
 إِنَّهُوَ خَيْرُ الْكَلِمَةِ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ
 سُبْحَانَ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ مَّا فِي
 السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ
 وَكِيلًا - (النساء - ۱۷۱)

خدا کے بارے میں حق ہی کہو، مسیح (عیسیٰ بن مریم)
 تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، جسے اس نے مریم
 تک پہنچایا تھا، اور وہ خدا کی روح میں سے ہے تو
 خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور تین خدا
 نہ کہو، اس سے رک جاؤ یہی تمہارے لئے بہتر ہے
 خدا تو ایک ہی ہے، اس کی ذات اس سے بلند ہے کہ
 اس کا کوئی لڑکا ہو اس کا تو وہ سب کچھ ہے جو
 آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ کی ذات کج ثبیت
 وکیل و نگراں بہت کافی ہے۔

جو مسیحیت حضرت مسیح لائے تھے، اس کی ایک سچی تصویر، قرآن کریم سے پیش کی گئی ہے،
 (جواب مسیحیت کا واحد آئینہ) ماخذ و مصدر ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی معروضی علمی بحث کے
 نتائج بھی سامنے لائے گئے ہیں، اللہ عاقبتہ الامور۔

قرآن ہی مسیحیت کا ماخذ کیوں؟

یہاں ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی لالی ہوئی مسیحیت کی تحقیق میں
 میرا مصدر و ماخذ صرف قرآن مجید ہی کیوں رہا؟ اس کا جواب یہی دینا پڑتا ہے کہ قرآن ہی
 وہ مستند و احد علمی و تاریخی ذریعہ ہے جو حضرت آدم سے رسول اکرم تک کی آسمانی رسالتوں
 کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے، اس کے سوا آج دنیا میں ایسی کوئی آسمانی یا انسانی کتاب
 موجود نہیں جس کا علمی مقام اتنے عرصہ تک قائم رہا ہو اور اس کے حروف و رسم اس خط اور اختلاف

قرآت تک محفوظ ہوں اس لئے اصل مسیحیت کی تحقیق و تلاش کی راہ میں قرآن کی روشنی میں چلنا کوئی تعصب نہیں بلکہ ایک صحیح علمی اور قابل احترام طریقہ ہے، یہاں اس طریقہ کے اختیار کرنے کے چند معقول دلائل ہیں۔

۱۔ اس لئے کہ اختلاف و تضاد کے سبب انجیل کو تاریخی و علمی استناد و اعتماد حاصل نہیں، اگرچہ بعض لوگوں نے انجیلی تناقضات کی دفاع کے لئے کوشش کی ہے، جیسا کہ پادری بو طرفی نے اپنے رسالہ "الاصول والفروع" میں اور پادری ابراہیم سعید نے "بشارت لوقا" کی شرح میں ایسی ہی بے فائدہ ہمت دکھائی ہے۔

۲۔ اس لئے کہ وہ خود ان اسلام لانے والے مسیحی علماء کی تنقید کا نشانہ بھی بنتی رہی ہے جو تلاش حق کی راہ میں سرگرداں رہے ہیں، جیسے "موسیو اٹلین ڈینیہ" جو ایک فرانسیسی مصور تھے اور جن کی فنی عبقریت نے انھیں الوہی حقائق تک پہنچایا اور انھوں نے ۱۹۲۷ء میں اپنے اسلام کا اعلان کر دیا، انھوں نے اپنے مذاہب عالم کے تاریخی، نفسیاتی، اور روحانی جائزہ میں ان انجیل کے بارے میں لکھا ہے:

"وہ انجیل جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی اور ان کی قوم کی

زبان میں بھیجا تھا، اس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ضائع اور

گم شدہ چیز ہے، اور اب اس کا کوئی اثر نشان بھی نہیں رہ گیا ہے!"

۳۔ اسی طرح وہ غیر مسلم مسیحی علماء کے شدید اعتراض کا نشانہ بھی بنی ہے، جیسے ڈاکٹر نظمی لوقا

کا کہنا ہے کہ:

"مسیحیت سے میری مراد وہ ہے جو حضرت یحییٰؑ کی تعلیمات اور ان کی تصریحات

پر مبنی ہے نہ کہ وہ جو ان کے کلام اور سیرت میں بعد کے اٹھانے اور تاویل میں
ہیں!

۴۔ اس کے مقابل میں ہم قرآن کو دیکھتے ہیں کہ مسیحی حلقوں میں بھی اس کی علمی حیثیت
مسلم ہے، اور ہم ان کے پڑھے لکھے طبقہ کو قرآن کی تاریخیت اور اسناد کا احترام کرتے
ہوئے، اور اس کے تسلسل و تواتر کا معترف پاتے ہیں، چنانچہ فرانسیسی مستشرق استاد
"دیومبیلین" نے اسلام پر اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"نصف مزاج آدمی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ موجودہ قرآن، وہی قرآن

ہے، جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے تھے!"

سرولیم میور اپنی کتاب (لائف آف محمد) میں کہتا ہے:

"وحی مقدس ارکان اسلام کی اساس تھی، اسی کے ساتھ روزانہ کی

نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت لازمی جز تھی، خواہ وہ نماز فرض ہو یا

نفل، اور فرض و سنت نمازوں میں قرآن کی تلاوت باعث ثواب ہے،

یہ رائے سنت اور خود قرآن کے مطابق ہے، اسی لئے بیشتر اگلے مسلمانوں

کے حافظے نے قرآن کو محفوظ کر لیا تھا!"

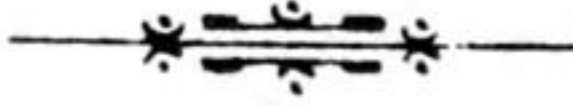
اسی لئے ان تمام مقالوں کے پیش نظر اصل مسیحی عیسائیت کے آخذ کے لئے

قرآن کریم کو مستند سمجھنا ایک علمی اور پُر اعتماد طریقہ ہے، قرآن کے سوا ہمارے سامنے

۱۔ الرسالة والرسول - ۵۸ ۵۹ التفكير الفلسفي في الاسلام: الدكتور عبد السلام محمد محمود

۲۔ حياة محمد: محمد د. حسين، دهب، ۱۹۶۱

ایسا کوئی اور آخذ نہیں، جو حقیقت شناس علماء کی تسلیح کر سکے۔ اور جو مضبوط علمی بنیادوں پر قائم ہو، تو من اصداق "ن احدثک حدیثاً" (اور خدا کے سوا دوسرا کوئی صادق القول ہے؟)



تاریخ مسیحیت

حضرت عیسیٰؑ کے بعد

حضرت عیسیٰؑ پر یہود اور رومیوں کے نظام

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰؑ کو چند مادی اور محسوس معجزات سے نوازا تھا جن کے سبب انہوں نے لوہارہ طفلی ہی ہیں ان کوں سے بات چیت کی اور اللہ سے کہا:

قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ اتَانِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي

نَبِيًّا (مریم - ۳۰)

اِنِّي اَخْلَقْتُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللَّهِ

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِي

الْمَوْتَةَ بِاِذْنِ اللَّهِ وَاَنْبِئَكُمْ بِمَا تَكُوْنُوْنَ

یہی نے کہا میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور ہی بنایا ہے اور میں تمہارے لئے مٹی سے چڑیا کی شبیہ بنا سکتا اور اس میں (روح) پھونکا سکتا ہوں تاکہ وہ خدا کے حکم سے چڑیا بن جائے اور اندھے اور کورھی کو شفا دے سکتا اور مرنے کو خدا کے حکم سے زندہ کر سکتا ہوں اور

نہیں بولکھاتے اور ہوائے گھروں میں ذخیرہ

وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ

کرتے ہو بتا سکتا ہوں۔

(زآں بکرہ ۵)

اور ان معجزات کی مہمکت یہ تھی کہ خدا کی قہرمت، وجہروت کا یہودی عقل پر پیک

ہوئے فلری اتحاد کے مقابل میں انصار و ایمان ہو بائے بھوس وقت قواں و عمل سے

روح کا انکار کر رہی اور ہر موجود چیز کی تخلیق کے اسباب و عمل اور غرض، وغایت فی مادی

تفسیر کر رہی تھی، اور اس مادی تعبیر نے نظریہ (THEORY) اور عمل (PRACTICE)

کی شکل اختیار کر لی اسی لئے حضرت عیسیٰ کو دسے گئے ہجرات مادی فکر کے لئے ایسا

پہنچتا رہتا ہوئے اور انہوں نے ملحدانہ مادہ پرستی کی آلودگیوں سے نکلنے اور روحانی

پالیزگی تک پہنچنے کی راہ ہموار کی، اور انسان کے روحانی شعور کو خدا کی عظمت و جلالت

سے آگاہ کرایا۔

اس زمانے کے بھی یہودیوں کے دل تنگ و آہن بن چکے تھے، اس لئے حضرت عیسیٰ

دلوں کو نرمانے والی تعلیم کے ساتھ مسبوت ہوئے، اور یہود اور اہل سامرہ کے درمیان

مساوات کا اعلان کیا جنہیں یہودی غلام اچھوت، اور ذلیل لئے ہوئے تھے۔

چنانچہ انہی دو اسباب (یعنی رسالت عیسوی اور یہودی مزاج کے اختلاف)

اور یہودیوں اور سامریوں کے درمیان قائم کردہ مساوات) کی وجہ سے (حضرت داؤد

کی زبان سے لعنت زدہ) یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کی مخالفت شروع کر دی، مخالفت

ہمیشہ سے ان کی فطرت تا نیر رہی ہے، قرآن کا ارشاد ہے:

كَلَّمَآبَآءَهُمْ رَسُوْلًاۙ اٰتٰیہُمْلَاۙ تَهْوٰی

اٰذَنُہُمْ فَرٰیضًاۙ لَّاۙ اَبُوْاۙ وَفَرٰیضًا

جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے

مزاج کے خلاف چیز لے کر آیا تو ان سے

يَقْتُلُونَ (المائدہ - ۷۰) ایک فریق نے جھٹلایا اور دوسرے نے قتل و

فساد مچایا۔

چنانچہ یہودی سرمایہ داروں نے حضرت مسیحؑ کی مخالفت کا اعلان کر دیا اور رومی حکومت کو ان کے خلاف بھرنا شروع کر دیا۔ لیکن اس معاملہ میں اسی سبب سے دیر ہوئی کہ اور رومیوں نے یہودی بات ان سنی کر دی کہ رومی یہودیوں کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہتے تھے، اور رومی حکومت کی نظر میں یہود اور حضرت مسیحؑ کا اختلاف، ایک گھڑ بلیو جھگڑے کی نوعیت رکھتا تھا، اس لئے حکومت کو اس سے دلچسپی نہیں تھی، بلکہ اسے قیام امن، اور نظم و ضبط زیادہ عزیز تھا، اسی کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ سیدنا عیسیٰؑ نے کسی رسالت عامہ کا اعلان نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے اپنی مہم، اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش، بتائی تھی۔

انھوں نے اپنی دعوت میں کسی عالمی تنظیم، اور حکومت و سیاست کا رنگ بھی نہیں اختیار کیا تھا اس لئے کہ وہ ابھی دعوت کے ابتدائی مراحل، ایمان و عقیدہ کا استقرار، جماعت کی تشکیل وغیرہ ہی سے نہیں فارغ ہو سکے تھے۔ حضرت مسیحؑ کی دعوت کا خلاصہ، وجدانی اصلاح، روح اور نفس انسانی کی نظافت و طہارت کو مترار دیا جاسکتا ہے۔

پیمبرانہ دعوت ہمیشہ خدائی اصول کے مطابق چلتی ہے، اللہ تعالیٰ ہی اس کے راستے متعین کرتے اور اس کے بارے میں فیصلے فرماتے ہیں، حضرت عیسیٰؑ بھی خدا کے ان رسولوں میں سے ایک تھے، جو خدا کا پیغام پہنچاتے تھے، اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اس لئے رومی حکومت کو مسیحی دعوت سے کوئی خطرہ نہیں تھا، اور

اسی وجہ سے اس نے یہودی خاندان کے اس جھگڑے سے اپنے کو الگ رکھنا پسند کیا، اور اسی وجہ سے یہودی حضرت عیسیٰ کے خیانت اپنے حیلوں میں ناکام رہے، لیکن بالآخر خدا کی قدرت و مشیت سے یہود نے حضرت مسیح کی تکذیب اور ایزاد ہی شروع کر دی اور رومی حکومت بھی حضرت مسیح کی دشمن بن گئی اور انھیں پھانسی کی سزا سنائی۔

رومی حکومت کے اس فیصلے پر پہنچ کر ہم اس بحث کو ہمیں چھوڑتے ہیں،

اس لئے بحیثیت مسلمان کے ہمارا اس قرآنی صراحت پر عقیدہ ہے کہ:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن
شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا
فِيهِ لَفِي شِقَاقٍ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ
مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا
قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔

نہ لوگوں نے مسیح کو قتل کیا نہ پھانسی دی بلکہ انکے
لئے شبہ پیدا کر دیا گیا، اور جو لوگ ان کے بارے میں
اختلاف کرتے ہیں وہ بھی ان کی طرف سے شبہ میں
مبتلا ہیں، انھیں اس کا کوئی علم نہیں ہوا خاتم خیالی
کے، اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ
اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھایا اور اللہ غالب

(النسار - ۱۵۷، ۱۵۸) اور حکمت والا ہے۔

قرآن کی بیان کردہ اس حقیقت کو تاریخ و تحقیق بھی تسلیم کرتی ہے، اس لئے کہ قرآن خود تاریخ و تحقیق کا ایک مستند ترین ماخذ ہے جس سے اگلے مذاہب، اور ماضی کے حوادث معلوم ہوتے ہیں، اور اس کے سوا دوسرے تاریخی حقائق، ظن و تخمین سے زیادہ وقیع نہیں، یہاں سے مسیحیت کے خلاف خود حضرت مسیح کی زندگی ہی میں دینی مظالم شروع ہو جاتے ہیں، جس کے تین دور کئے جاسکتے ہیں:

۱۔ یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا دور جب انھوں نے کذب و انتراز شروع کیا۔

۲۔ رومی حکومت کا دور جب اس نے قرآن کے بیان کے..... مطابق حضرت مسیح کو پھانسی دینے کی کوشش کی، لیکن اللہ نے انھیں اپنے پاس بلا لیا، یا جیسا کہ مسیحی تفسیروں کا ماننا ہے کہ رومی حکومت نے یہود کی پخل خوری کے نتیجے میں حضرت مسیح کو پھانسی دیدی اور یہ زمانہ حضرت مسیح کے بیباک شاہ طیباروس کا تھا۔

۳۔ پلروینی مظالم کا تیسرا دور حضرت مسیح کے بعد شروع ہوتا ہے، اور اس کے بھی چار اہم ادوار ہوتے ہیں جن میں انسان کے شعور اور طاقت سے کہیں زائد مظالم ہو

دینی مظالم کے چار دور

حضرت عیسیٰ کے بعد چھٹیوں پر مظالم کے یہ چار دور کئے جاسکتے ہیں:

۱۔ عہد نبی و رسالت

۱۔ عہد نزول انجیل

۳۔ عہد تیسریں لیس ۲۴۹-۲۵۱

۴۔ عہد دقلدیانوس ۲۴۵

یہ چار دور ظلم و ظلمت اور وحشت و بربریت کے لئے بہت ممتاز کئے جاسکتے ہیں

جن میں مسیحیت اپنی ابتدا میں دینی مظالم کا نشانہ بنی، ہم ان مظالم کو یہاں مختصراً بیان کریں گے اس لئے کہ مسیحیت کے سر جو کچھ گزری اس سے ہم سب مسلمانوں کو بھی افسوس ہوتا ہے، اور مسلمانوں کو قرآن کا یہ حکم بھی ہے کہ وہ آدمیت کا احترام اور خصوصاً ان کتاب سے سن لوگ زبیر۔

اگر مسیحیت کی تحقیقات کے سلسلے میں یہ مرحلہ اہم نہ ہوتا تو اسے ہم ترک کر دیتے

لیکن تاریخ مسیحیت کا عالم کے لئے ان حالات و حوادث کا مطالعہ ناگزیر ہے، جن سے حضرت مسیحؑ کے بعد مسیحیت دو چار ہوئی، اس مطالعہ ہی سے تاریخ میں مسیحیت کا مقام و کردار اور اس کی سماجی اہمیت واضح ہو سکتی ہے، اس لئے ہم مسیحیت پر بحث کی بنیاد کے طور پر ان منالہ پر ایک جہاں نظر ڈالتے ہیں:

دینی مظالم نیرو کے عہد ۶۴ء میں

نیرو نے مسیحیوں پر روئے کے جلانے کا الزام رکھ کر ان پر طرح طرح کے ظلم کرنا شروع کر دیئے، ان مظالم کا اندازہ اس سے ہو گا کہ اس نے مسیحیوں کو جانوروں کی کھال میں بھر کر کتوں کے آگے ڈال دیا، کچھ لوگوں کو گرم تار کول کی چادریں پہنائی گئیں، اور انھیں استوں پر مشعل کی طرح کھڑا کر کے جلا دیا گیا، اور رات میں اس طرح روشنی کا انتظام کیا گیا، اور مسیحیوں کے بدن کی چربی سے اپنے لئے موم بتیاں بنا کر ان کی روشنی میں وہ یہ تماشہ دیکھنا تھا، اسی دہشت ناک ماحول اور گھسی ہوئی فضا میں انجیل مرقس ۷ء اور انجیل لوقا مرتب کی گئیں۔

دینی مظالم عہد ترا جان ۶۵ء میں

خوٹا قسمتی سے نیرو کے جانشین اس کے مظالم سے الگ رہے، اور اس طرح مسیحیوں کو کچھ عرصہ تک اطمینان کی سانس لینے کا موقع ملا لیکن تقدیر نے انھیں پھر ایک نئے امتحان میں مبتلا کر دیا، اور نیا مظالم و سخت گیر ترا جان کے عہد میں مسیحی فرار ہونے اور خفیہ عبادت کرنے پر مجبور ہو گئے، اس پر بھی وہ انھیں ان کے گھروں کے اندر بھی سزا دیتا تھا، اس نے

نفیہ اجتماعات پر بھی پابندی لگا دی اور انفرادی نماز کو بھی اس نے نفیہ کا روالی قرار دے کر قابل سزا ٹھہرا دیا، لیکن یہ سب اس لئے تھا کہ مسیحی رومیوں کے سرکاری مذہب بت پرستی کو چھوڑ کر ایک نئے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔

کتاب "تمذیب" کا مصنف لکھتا ہے کہ:

"بلین نے۔ جو رومیوں کی طرف سے ایشیا کا حاکم تھا، مسیحیوں کے بارے

میں اپنی حکومت کے سخت رویہ کے بارے میں لکھا تھا کہ، میں ان سے سوال جواب

میں مسیحیت کا اقرار کرنے پر انھیں قتل کی دھمکی دیتا ہوں، اگر وہ دو تین بار اپنے

مذہب کا اقرار کر لیتے ہیں تو میں انھیں پھانسی کی سزا دیتا ہوں، اور انھیں مسیحیوں

کو دیتا ہوں کہ یہ ان کی اس شدید غلطی کی سزا ہے۔

اور بعض مسیحی فرد جرم میں اپنا نام دیکھ کر اپنی مسیحیت کا انکار بھی کر بیٹھے ہیں،

اور بتوں کا نام لینے لگتے ہیں، دیوتاؤں اور بتوں پر وہ شراب اور بخور بھی پڑھانے

لگتے، حتیٰ کہ مسیح کو گالی بھی دیتے ہیں۔"

دینی مظالم ڈیسی لیس کے عہد ۲۳۵-۲۵۱ء میں

اسکندریہ کے پڑیا رک نے ڈیسی لیس کے ظالمانہ عہد کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

"ہمیں سانس لینا رو بھرا ہو گیا تھا، اور ہم خوف و ذہشت کی فضا میں جی رہے

تھے، پہلا بادشاہ کچھ رحم دل تھا، لیکن اس کے بعد دوسرے نے آتے ہی ہمیں

تیکھی نظروں سے دیکھا اور ہم پر ظلم ڈھانا شروع کر دیا، اس کے بائیں ہمارا

یہ پہلے ہی سے اندازہ تھا، اس وقت عقلمن سے بدل گیا جب اس نے سخت گیری کا

حکم دیا اور مسیحیوں پہ لہجہ گنا شروع کر دیا اور ایک ایک عیسائی کو حکومت سے برطرف کر دیا گیا، خواہ اس کی صلاحیت کیسی ہی کیوں نہ ہو بعض عیسائیوں کو بچھڑے پر سوار کر کے مندر لایا جاتا ہے، اور وہاں کے بت پرچہ ہارے کا مطالبہ ہوتا ہے، اور جو ذبیحہ سے انکار کرتا ہے، اس کی سزا خود ہی ذبیحہ بننا ہے، لیکن یہ انجام انے دھمکانے کے بعد پیش آتا ہے، کتنے ضعیف الایمان مسیحیوں نے مسیحیت سے توبہ کرنی اور اکثر نے راہ فرار اختیار کر لی اور کتنوں کو جیل کی کاں کوٹھڑیوں میں ڈال دیا گیا۔

دینی مظالم و قلدیانوس کے عہد ۱۲۸۲ء میں

جب مصر نے دوسرے ممالک کی طرف رومیوں سے کٹو خلاصی کی کوشش شروع کی تو مصر کے رومی حاکم و قلدیانوس نے تحریک حریت اور اجازت کو کچل کر رکھ دیا، اس تحریک کو دبانے کے لئے ہزاروں سروں سے کھیلایا گیا۔

ان رومی مظالم کا شرفا ہونے والے مسیحیوں کے بارے میں مؤرخین کا اندازہ ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار (۱۴۰۰۰۰) سے کم نہیں، اسی وجہ سے مصری قبطنی اپنی تقویم (جستری) کی ابتدا انہی حوادث سے کرتے ہیں، تاکہ انھیں اپنے عوام پر رومی مظالم یاد رہیں۔ ان حادثات کو سامنے رکھ کر مسیحی تاریخ اور تہذیب کے طالب علم کے ذہن میں یہ سوال ابھرتے ہیں کہ:

۱۔ کیا مسیحیت کے تسلسل کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

۲۔ کیا مسیحیت ایک نئی نظام کی حیثیت سے سیدنا عیسیٰؑ یا ان کے بعد وجود میں آئی سکتی ہے؟

۳۔ کیا ان انجیلوں میں، جو مسلسل دینی مظالم کے پر آشوب دور میں لکھی گئیں آسمانی کتاب کے اوصاف برقرار رہ سکے ہیں، پارہ سکتے تھے؟

۴۔ کیا دینی مظالم کے اس بھیانک سارے میں انجیل کے مرتبین اس علمی غیر جانبداری اور

معروضی انداز کو برقرار رکھ سکتے تھے جس کا مطالبہ آج کے مسیحی دانشور کرتے ہیں؟

۵۔ ان زمانوں میں لکھی گئی انجیلوں کے استناد کو تاریخ کس حد تک تسلیم کرتی ہے اور ان کے

لکھنے والوں کے بارے میں تاریخ و تحقیق ہمیں کیا بتاتی ہے جبکہ ان کے لکھنے وقت

ایسے پرسکون حالات نہیں تھے جن میں کوئی علمی بحث غیر جانب دارانہ انداز

میں سامنے آتی ہے؟

اس لئے تمام مسلم اور غیر مسلم محققین کو ان تمام حقائق کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔



مسیحی عقائد میں فلسفہ کی آمیزش

امتزاج مغرب میں

مجوسی ایرانیوں اور بت پرست رومیوں کے درمیان ہونے والی جنگوں میں رومی بادشاہوں کا یہ واضح رویہ سامنے آیا کہ وہ ایرانیوں سے ممتاز ہونے کے لئے وہ بھی ایک قومی مذہب اپنائیں، اسی موقع پر رومی حکومت کے سامنے صرف مسیحی مذہب ہی تھا جس کے خلاف رومی حکمران برسوں صفت آرا رہے، چنانچہ رومی حکام سیاسی مصلحت کے تحت عیسائی بن گئے اور اس طرح مسیحیوں پر دینی مظالم ختم ہو گئے اور قسطنطین کا عہد مسیحیوں کے لئے عہد سعادت بن گیا۔

اس منزل کے بعد مسیحیت نے چند نئے قدم اٹھائے وہ یہ کہ روم کی بت پرست اور فلسفیانہ تہذیب کے ساتھ فکری طور پر مزاحم اور معرکہ آرا ہو گئی، جس کے بارے میں فنڈائند لکھتا ہے کہ:

”فلسفہ نے دینی خیالات کی تہذیبی ترتیب اور زمین کی خاطر یونانی علوم سے

کام یاتا کہ وہ بے چین دینی شعور کے سامنے دنیا کے بائے میں ایک قابل قبول

نظریہ رکھ سکے۔ چنانچہ اس طرح اور ارضیاتی پر مشتمل چند دینی نظام سامنے آگئے

جو دوسرے نظاموں سے کسی حد تک متفق تھے۔

اس کام طلب یہ ہے کہ مسیحیت کے شکل پذیر ہونے سے پہلے رومی حکومت میں

تین مذہب تھے۔

۱۔ حکومت کا سرکاری مذہب یعنی بت پرستی۔

۲۔ یہود کا قومی مذہب یہودیت جس میں حکومت داخل انداز نہیں ہوتی تھی۔

۳۔ حضرت عیسیٰ کا مذہب جس کے خلاف رومی سلطنت اور یہودی تھے اور جو روم

کا مذہب بن گیا۔

دینی مظالم کے دوران یہ دو مختلف رجحانات سامنے آئے کہ کچھ مسیحی رومی بت پرستی

میں داخل ہو گئے، لیکن ان کے دل و دماغ اور ان کی ہمدردیاں مسیحیت ہی کے ساتھ رہیں،

دوسرا یہ کہ رومی بت پرست عہد مظالم کے بعد مسیحیت میں داخل ہوئے، لیکن وہ بھی اپنی

بت پرستی کو بھلا نہیں سکے۔

اسی کے ساتھ اسے بھی پیش نظر رکھئے کہ روم کے اجتماعی حالات لوگوں میں مسیحیت

کے گہرے طور پر اثر انداز ہونے کے خلاف تھے، رومی سلطنت بھی گہرے طبقاتی فرق و امتیاز

کا شکار تھی، چنانچہ جہاں ہم خوش حالی اور فارغ البالی دیکھتے ہیں، وہ حاکم طبقہ کا حصہ ہے،

اور اس کے برعکس عوام بھوکے اور دانہ دانہ کے محتاج نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں

عوام کے لئے مذہب ہی ایک سہارا بن سکتا تھا، لیکن وہ بھی مروراہام، بھوک، سرمایہ داری،

حکومت کے ظلم، اور مذہبی لوگوں کی ریاکاری کی وجہ سے بہت کمزور پڑ گیا تھا، اس لئے کہ

معاشی بد حالی دل و دماغ کو بیکار اور عقائد کو متزلزل کر دیتی ہے، خاص طور پر تنہا ایسا لوگ اور غلط عقائد کی پیروی کرنے والے جن کے ایمان کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہوتی معاشرتی ظلم، حکومت کی بد نظمی اور بددینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اسی سبب سے روما میں دینی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ گئی تھیں، اور دلوں کی دنیا میں بھی ان کا کوئی مقام نہیں رہ گیا تھا۔ فلاسفہ نے اس خباثت کو بجز ناچا پا اور وجدانی ارتقار اور عقلی تربیت کے ذریعہ جذبات میں پالیزگی اور رفعت پیدا کرنی چاہی تاکہ فکر کی لذت میں لوگ ہم کے مطاببات بھول جائیں، اور فلسفہ غور و فکر، صوفیانہ مراقبہ و استغراق کی جگہ لے لے، اس طرح دین و فلسفہ کا ایک مرکب تیار ہو گیا، اور دینی شعور، فلسفیانہ مذاق سے قریب آیا، یہ کہنے کے دینی احساسات جو بحیثیت انسان کے انسان کی فطرت میں داخل ہیں، وہ فلسفہ سے مسحور ہو گئے۔

اس "تراج" کے نتیجہ میں رومی بہت پرستی اور عیسائیت وغیرہ میں ایک ہم آہنگی اور یکساں رسم و رواج پیدا ہو گئے، اور مسیحیت، فلسفہ، مشرکانہ احوار وغیرہ کا مجموعہ بن گئی، اور رومی رعایا میں یہود، مسیحی اور بت پرست سبھی تھے، اس لئے ان کی ایک مشترکہ تہذیب بھی بن گئی، اور اس طرح مذہب، فلسفہ یا فلسفہ نما مذہب نے وہاں کی حیاتیاتی اور نفسیاتی فضا کو اپنے لئے ہموار اور ہم آہنگ پایا، اور وہ مسیحیت جو فلسفہ اور شرک سے مل چکی تھی، یا مسیحیت اور وثنیت نے فلسفہ کا جو رنگ اپنا لیا تھا، اسے آپ جو نام بھی چاہیں دیں اس لئے کہ یہ ایک ایسا دین تھا، جو مجموعہ اعتقاد کہا جاسکتا تھا، جس میں فلسفہ کو "شرکِ غالب" کی حیثیت حاصل تھی، اسی سبب سے بعد میں دینی افکار مسیحیت کے ماتحت اسی رنگ میں رنگتے چلے گئے، اور مغربین و قانون سازوں نے انہیں کی شرح و تفسیر میں یہی فکری رنگ

امتزاج، مشرق میں

اسکندریہ کا مکتبہ فکر و فلسفہ اپنے ہمدر میں بحر اربعین متوسط _____ کے جنوبی کنارے پر گویا انسانی علم و حکمت کا منارہ تھا، جہاں سے دنیا میں علم و فلسفہ کی شعاعیں پہنچ رہی تھیں، یہ قدیم تہذیبی تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، اسکندریہ کی علمی سرگرمیوں میں یونانی اساتذہ کی وہاں آمد سے اور جان پڑ گئی۔

دبستان اسکندریہ کا مشہور معلم اس وقت "امینوس" (م ۶۲۲) تھا، جس نے عیسائیت قبول کرنے کے بعد پھر زومی بت پرستی اختیار کر لی۔

اس کے بعد "فلوٹینس" (م ۶۲۰) اس کا جانشین ہوا، جس نے اسکندریہ میں تعلیم پانے کے بعد ایران اور ہندوستان کا بھی سفر کیا، اور ہندوستانی یوگا کا علم حاصل کیا تھا، اسی کے ساتھ بدھ ازم، اور برہمن واد سے بھی واقف ہو گیا تھا، اور وہ اسکندریہ لوٹا ہے، تو اس کی جھولی میں رنگ برنگ کے ثقافتی نمونے تھے، چنانچہ وہ ان مختلف افکار کو پڑھاتا بھی تھا، اس کی تعلیمات تین بنیادوں پر قائم تھیں:

۱۔ کائنات کی تخلیق خالق اول و ازلی سے ہوئی ہے، جس کا احاطہ فکر انسانی نہیں کر سکتی۔
۲۔ تمام ارواح ایک ہی روح کی شاخیں ہیں، جو خالق ازلی سے عقل کے واسطے سے متصل بھی ہے، اور اسی سے نکلی بھی ہے۔

۳۔ دنیا اپنے وجود، تکوین و تشکیل، اور حرکت میں خالق اول و ازلی، اس سے نکلی ہوئی عقل، اور روح اعظم (جو تمام ارواح کا سر شمشیر ہے) کی محتاج ہے۔

افلوپین اپنے نظریہ تشلیث کی شرح اس طرح کرتا ہے:

۱۔ خالق اول سے عقل صادر ہوئی، اور اس کا صدور ولادت کی طرح نہیں بلکہ طور کا

انداز رکھتا ہے۔

۲۔ عقل سے وہ روح نکلی جو وحدت اور تمام ارواح کی اساس ہے۔

۳۔ اور یہ تینوں: خالق اول، عقل اور روح ————— عالم کی تکوین و تشکیل کی اساس ہیں۔

ان تحقیقات کی بنیاد وہ معلومات تھیں جو افلوپین کو ہندو ایران سے حاصل ہوئی

تھیں، اور جن کے لئے اسکندریہ کی نو افلاطونیت، تیسری صدی عیسوی کے نصف آخر

(۶۲۷) میں ممتاز تھی، اور مسیحی تشلیث کا عقیدہ انیقیہ کی کونسل (NICÉE) یعنی

چوتھی صدی عیسوی کے تیسرے دہے (۶۳۲۵) سے پہلے عام نہیں ہوا تھا، اس طرح مسیحیت

اور اس کے اقانیم ثلاثہ نو افلاطونیت (NEO-PLATONISM) ہی کا انعکاس ہیں۔

دوسری طرف یورپ کے متعدد فلسفی مسیح کے وجود ہی میں شک کرتے ہیں، اور ان کی

شخصیت کو نو افلاطونیت کی ایک علامتی شخصیت قرار دیتے ہیں جس سے اس فلسفہ پر

دینی رنگ چڑھا دیا گیا، تاکہ وہ عوام الناس کے لئے قابل قبول ہو جائے۔

لیکن یہ ایک فلسفیانہ مفروضہ ہے جس کی اسلام کسی طرح تائید نہیں کر سکتا، اس لئے کہ

قرآن میں یہ صراحت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نبی و رسول اور اس کا کلمہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ

خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح

ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا اور کہا کہ ہو جا تو

(آل عمران ۵۹)

وہ ہو گیا۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ

جب ملائکہ نے کہا اے مریم! اللہ تمہیں اپنے ایک کلمہ

مَلِيحًا بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ
 عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ وَجِئَهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
 وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ. (آل عمران-۳۵)

کی بشارت دیتے ہیں، جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم
 ہوگا، وہ دنیا اور آخرت میں آبرو مند اور اللہ کے
 مقربین میں سے ہوگا۔

اس طرح مسیحی تثلیث ان فلسفیانہ بحثوں کی پیداوار معلوم ہوتی ہے، جو رومی
 معاشرہ میں عام تھیں اس کے ساتھ ہی مسیحیت میں وہ مشرقی افکار بھی داخل ہو گئے،
 جنہیں انسانی ثقافتوں سے نوافلاطونیت نے درآمد کیا تھا، اور ان سب چیزوں نے
 مسیحیت کے مرکزی شکل اختیار کر لی اور روما کی مخلوط ثقافتی فضلے نے اس میں
 بڑی مدد کی جس کی وجہ سے مسیحیت کو بحیثیت ایک ممتاز فکر یا ایک متحرک نظام عمل کے اپنے
 وجود کے اثبات کا کوئی موقع نہ مل سکا۔

مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قاری میرے بیانات کو اذعانہ سمجھ لے حالانکہ میری کوشش
 شروع سے مسائل کو جوں کا توں رکھنے کی رہی ہے، اب میں یہاں کہنا چاہتا ہوں کہ تثلیث کا
 عقیدہ ایک فلسفیانہ نظریہ ہے نہ کہ کوئی دینی مسئلہ، اگرچہ اصحاب تثلیث اسے دینی مسائل ہی میں
 شمار کرتے ہیں، لیکن تاریخ اور زمانی ترتیب کے لحاظ سے تثلیث کو، ایک دینی مسئلہ نہیں کہا جاسکتا
 اسی لئے میری تحریر میں کہیں حکم لگانے کا انداز جھلک سکتا ہے۔

تاہم میری مخلصانہ کوشش یہی ہے کہ مستقبل کے غیر جانبدار محققین کے لئے
 میری بحث ایک معروضی مطالعہ اور مواد کا کام دے سکے۔

یہاں ہم ایک اہم فلسفیانہ بیان کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جسے مشہور مستشرق لیون توتیہ
 نے اپنی کتاب "المدخل لدراسة الفلسفة" میں دیا ہے، اور جو ۱۹۲۳ء میں فریچ زبان
 میں فرانکس میں چھپی ہے، اور جسے مرحوم ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ نے عربی کا جامہ پہنایا ہے،

یون جو تہ کتا ہے:

یہودی عقائد اور یونانی فلسفہ کے امتزاج سے صرن یک فلسفہ ہی ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ ایک دین بھی رونما ہوا، یعنی مسیحیت جس نے بہت سے یونانی افکار و آرا کو مضمم اور قبول کر لیا تھا۔

اس لئے کہ مسیحی انبیاء کا بھی وہی سرشتیہ ہے، جو نوافلاطونیت کا تھا، یہ فلاطون (PLATO) کا فلسفہ ہے، جو افلوطنین کے فلسفہ کا بھی ماخذ ہے۔ اسی لئے ہم مسیحی انبیاء اور نوافلاطونیت کے درمیان بڑی مشابہت پاتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات تفصیل میں ان میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، وہ عقیدہ تثلیث پر متفق ہیں، اور دونوں میں "اقانیم ثلاثہ" کا تصور موجود ہے۔

ان اقانیم میں پہلا اقنوم: تمام کمالات کا مصدر و ماخذ ہے، جو تہنا تمام کمالات کو حاوی اور محیط ہے، جسے مسیحی باپ کہتے ہیں۔

دوسرا: بیٹا جو کلمہ ہے۔ تیسرا: روح القدس۔

یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہ تینوں اقانیم افلاطونیت کے نزدیک جوہر اور رتبہ میں مساوی نہیں ہیں، جبکہ مسیحیت کے نزدیک ان کی حیثیت مساوی ہے، چنانچہ بیٹا جو باپ سے پیدا ہوا ہے، اس کا کمال میں باپ سے کمتر ہونا ممکن نہیں، ورنہ کمال سے غیر کمال کا صدور لازم آئے گا اور یہ اس کی شان کے منافی ہے، اسی طرح روح القدس باپ اور بیٹے کے مساوی ہے۔

اس طرح جب مسیحیت اقانیم ثلاثہ کو تسلیم کرتی ہے تو وہیں وہ ایک فلسفیانہ نظریہ

کی قائل ہو جاتی ہے، جو مختلف فلسفیانہ تعلیمات اور خاص کر افلاطونیت اور نوافلاطونیت کا مجموعہ ہے، جن میں سے پہلا یونانی فلسفہ ہے جس پر مغربی فلسفہ کی بنیاد پڑی، اور دوسرا فلسفہ کا مشرقی مکتب خیال ہے جسے رومی اور یونانی اساتذہ کی ذہنی فضا میں سر آئی جیسا کہ اس کے نمائندہ فلسفی کو ہندوستان کے فلسفوں کو نقل کرنے کا موقع ملا تھا جسے اس نے ایک خاص شکل دی جسے مسیحیت کہا گیا اور جسے لوگوں نے ایک دین قرار دے لیا، اس لئے مسیحیت کے محقق کیلئے یونان کے افلاطونی فلسفے، نوافلاطونیت، اور روم کی شرکانہ تثلیث سے مسیحیت کے رشتہ و تعلق کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے، ایسا اکثر ہوتا ہے کہ اگلے فلسفوں کا بعد کے فلسفوں پر اور ایک بڑے نظام کا چھوٹے نظاموں پر اثر پڑتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اسکندریہ کا نوافلاطونی فلسفہ ۳۰۰ء میں سامنے آچکا تھا، اور نیقیہ کی کونسل جس نے ثالوث اور اقا نیم ثلاثہ کا عقیدہ مقرر کیا وہ ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی، اور عیسائیت اپنی ابتدا ہی سے مظلوم و مغلوب تھی اور رومی بت پرستی اس پر غالب و حکمراں رہی، اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کا کس پر اثر پڑا یا پڑ سکتا تھا؟ یہ علم و تاریخ اور مذہب کے جو یا اشخاص کے غور کرنے کا موقع اور کیساں دیکھنی کا موضوع ہے؟



مسیحیت کے آغاز

(توراة، اناجیل، رسولوں کے خطوط)

مسیحیت اور خاص طور پر معاصر مسیحیت اپنی تاریخ کے سلسلے میں تین آغاز پر غماز کرتی ہے:

اول: توریت۔ جسے وہ عہد قدیم (OLD TESTAMENT) کہتے ہیں اور جو انجیلوں سے کہیں زیادہ ضخیم ہے، مسیحی پوری توریت کو تسلیم نہیں کرتے، وہ بعض اسفار کی وحی کی صحت نہیں مانتے، اگرچہ وہ یہود کے یہاں معتبر مانے گئے ہیں۔

ثانی: انجیلیں، جنہیں تاریخی اسفار بھی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ ان میں حضرت عیسیٰؑ کے تاریخی ماحول سے بحث ہوتی ہے۔

عیسائیوں کے نزدیک مقدس انجیلیں چار ہیں: انجیل متی (MATTHEW)

انجیل مرقس (MARK) انجیل لوقا (LUKE) انجیل یوحنا (JOHN)

تیسری صدی مسیحی میں مسیحی تہذیب نے صرف انہی چار کو مقدس مانا تھا، اور انہی

انجیلوں کو نئی دنیا کی کونسل سے قبل اریلیوس نے ۳۰۹ء میں تسلیم کیا اور یہ کہا تھا کہ انہی چاروں

کو تسلیم کیا جاسکتا ہے، اور پھر ۳۲۵ء میں نیقیہ کی کونسل نے بھی صرف ان چاروں کی تقدیس
تسلیم کی اور چرچ نے ان کے علاوہ متعدد انجیلوں سے انکار کر دیا، انجیلوں کی کثرت پر خود
مسیحیت کے مؤرخین کا اتفاق ہے، اور وہ ان انجیلوں کا ذکر کرتے ہیں: انجیل مانی، مرقیون،
دلیسان، انجیل سبعین، تھانس، انجیل تذکرہ، سرن تھس، پھر انجیل برنابا۔

ثالث: رسائل و خطوط۔ جنہیں وہ تعلیبی اسفار کا نام دیتے ہیں، اس لئے کہ وہ موجودہ
انجیلوں سے زیادہ مسیحیت کی توضیح و تفسیر کرتے ہیں، یہ اسفار یونانی زبان میں مسیحی دنیا کے
مشہور اشخاص کے قلم سے نکلے ہیں۔

اس طرح مسیحیت کے معتمد آخذ، چار انجیلیں اور رسولوں کے خطوط رہ جائے
ہیں، انجیلیں تاریخی کتابوں کی طرح حضرت مسیح کی زندگی سے بحث کرتی ہیں، اور رسائل و
خطوط مسیحیت کے دینی طرز عمل کی تفسیر کرتے ہیں۔

اگر خدا نے چاہا تو ہم ان موضوعات پر روشنی ڈال کر بتائیں گے کہ مسیحیت اور مسیحی
اس نور توحید کے کس قدر محتاج ہیں جس میں وہ خدا کی بے عیب و بزرگ و برتر ذات کا اندازہ
کر سکیں۔



مسیحیت کا ماخذ اول: اناجیل

انجیل متی

اس کے لکھنے والے متی حواری تھے جو مسیح کے ۱۲ شاگردوں میں سے ایک تھے اور جنہیں مسیحی رسول کہتے ہیں، حضرت مسیح سے ملنے کے قبل وہ رومی حکومت کی طرف سے فلسطین میں ٹیکس وصولتے تھے، یہود اس پیشے کو بری نظر سے دیکھتے اور محصل کو ظالم یا کم از کم سخت مزاج سمجھتے تھے، اسی انجیل میں متی کے حضرت عیسیٰ کا شاگرد ہونے کے بارے میں یہ عبارت ملتی ہے:

یسع وہاں سے گزر رہا تھا، اس نے چنگی کے پاس ایک انسان کو بٹھا دیکھا اس کا نام متی تھا، اس نے اس سے کہا میرے پیچھے آؤ تو وہ کھڑا ہو کر اس کے پیچھے ہولیا، اور جب وہ گھر میں ٹیک لگائے بٹھا تھا تو بہت سے محصل اور مجرم آئے اور یسع اور اس کے تلامیذ کے ساتھ بیٹھ گئے جب فریسیوں نے دیکھا تو اس کے شاگردوں سے کہا: تمہارا معلم چنگی والوں اور مجرموں کے ساتھ کیوں کھاتا ہے، جب یسع نے یہ سنا تو کہا: صحت مند لوگ طبیب کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ

مریض ہوتے ہیں، تو جاؤ اور سیکھو، میں رحمت چاہتا ہوں، ذبیہ نہیں چاہتا، میں
نیکوں کو بلانے نہیں بلکہ مجرموں کو توبہ کی طرف بلانے آیا ہوں۔

انجیل متی کی زبان

مسیحی اہل قلم کا تقریباً متفقہ بیان ہے کہ انجیل متی کی زبان عبری یا سریانی تھی،
جیسا کہ وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ اسی انجیل کا سب سے پرانا نسخہ یونانی زبان میں تھا، مگر ضائع ہو گیا۔
جیروم کا کہنا ہے کہ متی نے انجیل عبری زبان میں لکھی، وہ اس وقت یہودی علاقے میں
تھے، جہاں ان کے ماننے والے یہودی رہتے تھے۔

تاریخ تدوین اور ترجمہ

انجیل متی کی تدوین کی تاریخ میں عیسائیوں کے درمیان بہت اختلاف ہے
اسی طرح یہ اختلاف اس کے مترجم کے بارے میں بھی ہے۔
ابن البطریق کہتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل قلدیوس کے عہد میں لکھی، لیکن اس نے
سن تکمیل یا سن آغانہ _____ نہیں لکھا، البتہ اس کے مترجم کا نام یوحنا ہے۔

دوسری رائے جس زوسینی لبنانی کی ہے، وہ کہتا ہے کہ:

”متی نے اپنی بشارت یروشلیم میں ۳۹ء میں لکھی، اس لئے کہ انھوں نے اسے
مسیح پر ایمان لانے والے یہودیوں کے لئے لکھا تھا، یا رسولوں کے کہنے سے لکھا تھا،
اور اس کی زبان عبرانی تھی، نہ کہ یونانی جیسا کہ اوسی بیڈس نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔“

اس طرح جرحس زوین، ۳۹ کو سن تدوین بتاتے ہیں اور تدوین کی زبان بھی متعین کرتے ہیں، لیکن مترجم کے بارے میں وہ بھی کوئی وضاحت نہیں کرتے۔
تیسری رائے ڈاکٹر پوسٹ کی ہے کہ متی نے اپنی انجیل پر وشلیم کی تباہی سے پہلے لکھی اور اس کی زبان یونانی تھی، اس طرح ڈاکٹر پوسٹ کی رائے ان تمام مسیحی مؤرخین کے خلاف ہے، جو انجیل متی کی زبان عبرانی یا سریانی بتاتے ہیں۔

چوتھی رائے صاحب "ذخیرۃ الالباب" کی ہے جو ۴۱ کو سن تدوین کہتے ہیں اور اس کی زبان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ فلسطین کی کوئی بول چال کی زبان رہی ہوگی، اس لئے عبری یا سریانی و کلدانی ہی زبانیں ہو سکتی ہیں، پھر یونانی میں اس کا ترجمہ ہوا ہوگا، پھر ایوبیوں کے ہاتھوں ضائع ہو گیا ہوگا۔

انجیل متی کے مطالعہ میں مسیحیت کے سلسلے میں ان باتوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا:

- ۱۔ اس کی تاریخ سنہ واقفیت پر تقریباً تمام مسیحیوں کا اجماع ہے۔
 - ۲۔ اس کی زبان کے بارے میں بھی بڑے اختلاف ہیں۔
 - ۳۔ اصل نسخہ کی گم شدگی اور نابود ہونا بھی مسلم ہے۔
 - ۴۔ اس کے مترجم کا نام بھی مجہول ہے۔
 - ۵۔ اور یہ انجیل خاص طور پر مسیح پر ایمان لانے والے یہودیوں یا رسولوں کے ایما پر لکھی گئی ہے، لیکن یہ رسول کون تھے؟ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔
- ہم سٹریٹورن کو پہلی انجیل کے سن تحریر کے بارے میں جب ان مختلف سنین کا نام لیتے دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کی ستم نظریفی پر سنسی آتی ہے، وہ اس سلسلہ میں ۳۷ یا ۳۸ یا ۴۱ یا ۴۲ یا ۴۳ یا ۴۴ یا ۴۵ یا ۴۶ یا ۴۷ یا ۴۸ یا ۴۹ کا ذکر کرتے ہیں، مگر ان سنین کے لئے کوئی تاریخی ثبوت

اور دلیل فراہم نہیں کرتے۔

یہ پہلے مسیحی کی انجیل تھی، جو حواریوں میں شامل تھا، اس کے بارے میں بھی ناکافی معلومات ہونے کے سبب کئی پیچیدہ سوال پیدا ہوتے ہیں، ان میں سے پہلا تو یہ ہے کہ کیا یہ انجیل ایک فرونے اپنے ذاتی شوق سے لکھی؟ اور ہیں دوسرا سوال بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ کسی مذہبی کتاب کو وحی کا تقدس کب حاصل ہو سکتا ہے؟ اس وقت جب وہ خدا کے پاس سے بذریعہ وحی آئی ہو، اور اسے معروف النسب نبی لے کر آیا ہو، اور وہ بعد والی نسلوں تک تاریخی تو اتر کے ساتھ پہنچی ہو یا اس وقت جبکہ وہ کسی خاص آدمی کے ایسے کسی انسان کا نتیجہ فکر بن کر آئی ہو؟

اور جب وہ کسی پیغمبر کے کسی پیرو، تلمیذ یا ساتھی کے قلم سے نکلی ہو تو کیا اسے علم و تاریخ کے عرف میں کتاب مقدس اور آسمانی کتاب کا مرتبہ دیا جاسکتا ہے یا اسے سوانح و تذکرے کی کتاب کہا جائے گا؟ یہ بحث مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی طبقوں کے محققین کے لئے غور طلب اور قابل توجہ ہے۔

۲۔ انجیل مرقس

اس کا کاتب کون ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا کاتب یوحنا ہیں، جن کا لقب مرقس تھا، یہ حواری تلامذہ میں سے نہیں، ان کا سلسلہ نسب فلسطین کے ایک یودی خاندان سے ملتا تھا، یہ شروع ہی سے حضرت مسیح کے پیرو ہو گئے تھے، اور جیسا کہ عیسائیوں کا کہنا ہے کہ انھیں حضرت مسیح نے ان ستر لوگوں میں سے منتخب کیا تھا، جن پر روح القدس نازل ہوئے تھے، قبلیوں کی تاریخ میں ہے کہ یہ مسیحی جماعتوں کا اس پر اجماع ہے کہ مسیح

ان کے گھر جایا کرتے تھے، اور انھوں نے عشاءے ربانی اپنے حواریوں کے ساتھ انہی کے گھر میں کھائی تھی، اور اسی کے ایک کمرے میں مسیح کے تلامبذ پر روح القدس کا نزول ہوا تھا، اعمال میں ہے کہ رسول حضرت مسیح کے اٹھائے جانے کے بعد انہی کے گھریں جمع ہوتے تھے۔

مرقس الطاکیہ میں مسیحیت کی تبلیغ میں بہت سرگرم رہتے تھے (جواب ترکی کے ماتحت ہے) وہاں وہ پولس اور اپنے ماموں برنابا کے ساتھ گئے اور پھر یروشلم لوٹ آئے تھے، اور پھر اپنے ماموں کے ساتھ قبرص چلے گئے اور وہاں سے مرقس پہلی صدی کے نصف میں شمالی افریقہ چلے گئے، وہاں مصر ان کو اپنی دعوت کے لئے ایک نتیجہ خیز زمین اور ملک محسوس ہوا اس لئے انھوں نے اسے اپنی دعوت کا مرکز بنا کر روم اور افریقہ کے تبلیغی سفر کئے، اور پھر مصر ہی میں تھے کہ رومی بت پرستوں نے انھیں ۶۶۲ء میں قتل کر دیا۔ مسیحی مورخین کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی انجیل رومیہ والوں کے طلب پر لکھی تھی، کتاب 'مروج الأخبار فی تراجم الابرار' کا بیان ہے کہ وہ مسیح کی الوہیت کے منکر تھے؛

'مرقس الوہیت مسیح کا انکار کرتے تھے، ان کے اتاذ پطرس جواری کا بھی یہی

کہنا تھا انھوں نے اپنی کتاب رومیہ والوں کے کہنے سے لکھا تھا؛'

لیکن ابن بطریق کا تب مرقس کے بارے میں ایک متضاد خیال رکھتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ حواریوں کے سردار پطرس نے رومیہ شہر میں مرقس کی روایت سے یہ انجیل لکھی اور پھر انہی سے منسوب کر دی، یہاں ایک سوال یہ آتا ہے کہ حواریوں کا سردار ایک غیر حواری سے کیسے روایت کرتا ہے، اور پھر پطرس اسے مرقس کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے؟

مرشد الطالبین میں ہے کہ انجیل مرقس پطرس کی تدبیر سے لکھی گئی ہے اور پطرس کی

تبلیغی سرگرمیوں کے لئے لکھی گئی تھی۔

لیکن ارنیوس کہتا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل پطرس اور پولس کی موت کے بعد لکھی، یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس انجیل کا مولف کون ہے؟

تدوین کی زبان اور تاریخ

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس انجیل کی زبان یونانی تھی، ڈاکٹر لوپسٹ نے اپنی کتاب "ڈکشنری آف دی بائبل" میں لکھا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل یونانی زبان میں لکھی۔

مسیحی مورخین کا دوسری انجیل کے زمانہ تحریر کے بارے میں اختلاف ہے۔

ہورن کہتا ہے کہ دوسری انجیل ۵۶ء اور ۶۵ء کے درمیان لکھی گئی، عام خیال ہے کہ ۶۳ء یا ۶۴ء میں لکھی گئی۔ انجیل کی تاریخ سے بحث کرتے ہوئے شک و تذبذب کا یہ انداز ہورن کی عام عادت ہے، مرشد الطاہرین کا مصنف ۶۱ء بتاتا ہے۔

مسیحی تاریخ کے ان بیانات سے بحث و تحقیق کے لئے دو باتیں بطور خاص سامنے آتی ہیں، جو غور طلب کہی جاسکتی ہیں: ایک یہ کہ انجیل مرقس یا انجیل ثانی کا لکھنے والا مرقس ہے یا پطرس ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ انجیل مرقس کی تدوین کب ہوئی؟ یہ سوال اس لئے اہم ہے کہ کاتب کی شخصیت کی لاعلمی اور گنہگاری اور سن تدوین نہ معلوم ہونے سے کسی کتاب کا استناد ختم ہو جاتا ہے، اور خیر جانبدارانہ علمی نظر میں وہ کتاب مقدس کو کیا ایک عام مستند کتاب بھی نہیں رہ جاتی، اور تحقیق کا ایک طالب علم بھی اسے اپنے

مفید مطلب نہیں پاسکتا۔

۳۔ انجیل لوقا

پہلا سوال اس کے لکھنے والے کے بارے میں ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ انجیل ثالث کے لکھنے والے لوقا تھے، لیکن لوقا کی شخصیت اتنے دھندلکے میں ہے کہ اس کا تعین دشوار ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک یہودی طبیب تھے، اور سفر و حضر کی سرگرمیوں میں پولس کے ساتھ رہتے تھے، خود پولس کے خطوط میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، چنانچہ تمثیلی نام کے خط کے دوسرے اصحاب میں کہتا ہے کہ لوقا تمہارے ساتھ ہے۔ اہل فلیمون کے نام کے خط میں کہتا ہے کہ 'مقس، استرخس، دیاس، اور لوقا میرے ساتھ کام کر رہے ہیں، گلٹیوں کے نام خط کے پوتھے، اصحاب میں کہتا ہے کہ 'طیب طیب' لوقا تمہیں سلام کہتا ہے۔

ان نصوص سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوقا 'طیب طیب' تھے، اور انطاکیہ کے رہنے والے، لیکن ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ وہ انطاکیہ نہیں بلکہ رومانیہ کے رہنے والے تھے، وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ لوقا کے انطاکیہ ہونے کے قائل ہیں، وہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں، اور لوقا کی انطاکیہ سے ان کو تشابہ ہو گیا ہے، ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ لوقا رومانیہ کے رہنے والے تھے اور اٹلی میں ان کی نشوونما ہوئی۔

تاریخ مسیحیت کے کچھ علماء کا خیال ہے کہ وہ مصور تھے، ان سب باتوں کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر لوقا کون تھے؟ انھیں رومانیہ کا مانا جائے یا انطاکیہ کا، انھیں طیب مانا جائے یا مصور؟ ان تمام باتوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اور محقق کے لئے لوقا کی

شخصیت اور ان کی مشغولیت کے بارے میں تحقیق ضروری ہے۔

اس کی زبان کے بارے میں تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ یونانی زبان میں تھی

تاریخ تدوین

یہ موضوع علمائے تاریخ کے لئے ایک معرکہ آرا موضوع ہے، یہ جن لوگوں کے لئے

لکھی گئی تھی، ان کے اور علمائے نصاریٰ کے درمیان وجہ نزاع بن گئی ہے۔

ڈاکٹر پادری ابراہیم سعید مصری کہتے ہیں کہ وہ یونانیوں کے لئے لکھی گئی ہے،

انجیل متی، یہود کے لئے تحریر کی گئی ہے، اور انجیل مرقس روم والوں کے لئے معرض تحریر میں

آئی ہے، اور انجیل یوحنا عام کلیسا کے لئے وجود میں آئی ہے۔

لیکن انجیل لوقا اس چلے سے شروع ہوتی ہے:

”چونکہ بہتوں نے اس پر گمراہی دیکھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں

ان کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ انھوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور

کلام کے خادم تھے، ان کو ہم تک پہنچایا، اس لئے اے معزز تھیوفیلس! میں نے بھی

مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو

تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے، ان کی پختگی

تجھے معلوم ہو جائے!

تھیوفیلس کے بارے میں ابن بطریق لکھتا ہے کہ وہ رومی سرداروں میں سے تھا،

اور کچھ لوگ اسے مصری النسل کہتے ہیں، اسی طرح اس کا سن تدوین بھی اختلافی مسئلہ ہے،

اس لئے کہ یہ جن لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے، ان کا تعین نہیں ہو سکا ہے۔
 ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ یہ انجیل یروشلیم کی تباہی سے پہلے لکھی گئی ہے، اور وہ
 اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس کا زمانہ تحریر ۵۸-۶۰ء ہے جب پولس گرفتار ہوا تھا۔
 اتاذ لارون کہتے ہیں کہ لوقا، پطرس و پولس کے بعد لکھی گئی ہے، مسٹر ہورن کہتا ہے
 کہ: تیسری انجیل ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں لکھی گئی ہے، لیکن وہ حسب عادت ان سنین
 کے لئے کوئی وجہ ترجیح اور دلیل نہیں بیان کرتا۔

ہماری مذکورہ بالا بحث سے جو زیادہ تر علمائے مسیحیت کے بیانات ہی پر مشتمل ہے،
 جو یارے حق کے سامنے چند نکات آجاتے ہیں، جن کی اپنی خاص اہمیت ہے۔
 ۱۔ علمائے مسیحیت کا اس پر اتفاق ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل یونانی میں لکھی اور یہ کہ وہ
 سیدنا مسیح کے تلامذہ میں نہیں تھے۔

۲۔ کاترک شخصیت، اس کی نسل و قومیت، اس کے پیشے اور جن کے لئے یہ لکھی گئی،
 اور اس کے تاریخ تدوین کے بارے میں مسیحی علماء میں اختلاف ہے، اور اس طرح یہ تمام باتیں
 غیر مصدقہ حالت میں جواب کی محتاج رہ جاتی ہیں۔

۴۔ انجیل یوحنا

یوحنا کون تھے؟ کیا یہ وہ یوحنا حواری اور شکاری کے بیٹے تھے جنہیں سیدنا مسیح
 بہت عزیز رکھتے تھے؟ یا یہ کوئی دوسرے یوحنا ہیں؟ یہ سوالات سب سے پہلے ہمارے سامنے آتے
 ہیں، دوسری صدی مسیحی کے علماء نے اس انجیل کی نسبت حضرت عیسیٰ کے چہیتے یوحنا کی
 طرف ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ انکار رینیوس کے

سامنے ہوا تھا، جو بولیکار ب کا شاگرد تھا، پوچھا تو یوحنا حواری کا تلمیذ تھا، لیکن ارنیوس جو یوحنا حواری کا علمی وارث تھا، اس نے اس انکار پر خاموشی اختیار کی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نسبت کسی اور یوحنا کی طرف ہے۔

استاد لن کا کہنا ہے کہ: پوری انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے، اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ دوسری صدی میں فرقہ الوجدین اس انجیل اور یوحنا کی طرف تمام منسوب چیزوں کا منکر تھا۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے کہ:

”انجیل یوحنا کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک غیر معتبر کتاب ہے اور یوحنا متی کے بیانات میں تضاد پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس جملہ مصنف نے متن کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ وہی مسیح کا محبوب یوحنا ہے، اور کنسیہ نے بھی اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا کہ وہی مسیح کا یوحنا ہے یہ کتاب کچھ تو ایسی بعض منسوب کتابوں سے زیادہ نہیں جن میں ان کے اور منسوب الہیم کے درمیان کوئی ربط نہیں ملتا۔“

ہمیں ان لوگوں پر ترس آتا ہے، جو کسی نہ کسی طرح اس فلسفی یوحنا کو یوحنا حواری بنا دینا، اور اسے دوسری صدی کا یوحنا بن العیاد ثابت کر دینا چاہتے ہیں، لیکن ان کی یہ کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ وہ غلط راستے پر بھٹک رہے ہیں۔“

سوال یہ ہے کہ چوتھی انجیل کا لکھنے والا کون ہے؟ لیکن اس کا جواب خود مسیحی مؤرخین کے پاس بھی نہیں، یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کی شخصیت کے مطالعہ کی اہمیت

لے یہ بیان شیخ محمد بوزہرہ کی... کتاب ”محاضرات فی النصرانیۃ“ سے نقل کیا گیا، جو مجمع البحوث العلمیہ کے رکن رکن ہیں، اور اپنے علمی مقام، بے لاگ تحقیق، اور بحث و نظر کے اونچے معیار کے لئے علمی حلقوں میں شہرت رکھتے ہیں۔

واضح کروں، اس لئے کہ عقیدہ 'تثلیث الوہیت' مسیح اسی انجیل میں آیا ہے اس سے پہلے تینوں انجیلوں، متی، مرقس اور لوقا میں یہ عقیدہ نہیں مذکور ہوا تھا، اگرچہ بعد میں ان انجیلوں کے ترجموں میں تثلیث الوہیت مسیح کا نظریہ داخل کر دیا گیا، جو سرتاپا اختراع اور بدعت سیلہ ہے، جس میں زوین لبنانی کہتا ہے کہ "شیرنطوس" ابیسون اور ان دونوں کا گردہ یہ تبلیغ کر رہا تھا کہ مسیح انسان تھے، اور ان کا وجود ان کی والدہ مریم سے پہلے نہیں تھا، تو اسی زمانے میں ایشیا اور دوسرے علاقوں کے اساقفہ نے ۱۹۶ء میں یوحنا کے پاس آکر مسیح کے بارے میں لکھنے کی فرمائش کی اور یہ کہ وہ ایک ایسی انجیل لکھے جو پہلے نہ لکھی گئی ہو اور جس میں الوہیت مسیح کو خاص انداز سے لکھا گیا ہو۔

یوسف خوری کہتا ہے: یوحنا نے اپنی انجیل اخیر عمر میں ایشیا اور دوسری جگہوں کے اساقفہ کے کہنے پر لکھی تھی، جس کا سبب یہ تھا کہ وہاں کی مختلف جماعتیں الوہیت مسیح کی منکر تھیں، اس لئے یوحنا سے اس عقیدہ کے اثبات اور تینوں انجیلوں پر اضافہ کے لئے کہا گیا، صاحب مرشد الطالبدین "کا کہنا ہے کہ اس کا مقصد مسیح کے سلسلے میں بعض مشتبہ حکایات کا اندراج اور مسیح کی بشریت اور ان کی موت سے انکار تھا، جسے کچھ معلموں نے مشہور کر رکھا تھا، اس کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ اگلے نصاریٰ میں اپنے رب، کفار، دہندہ اور نجات دہندہ کے بارے میں الوہیت اور بشریت کا اعتقاد راسخ کر دیا جائے۔

یہاں یہ چند باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ:

۱۔ تثلیث کا عقیدہ اس انجیل سے قبل موجود تھا۔

۲۔ اپنی کتاب میں نوحہ انجیل میں۔

۲۔ یوحنا کی شخصیت مجہول ہے اور اس نے بہت سے غلط عقیدے رائج کئے جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی صراحت ہے۔

۳۔ مسیحیوں کا ایک بڑا طبقہ اس انجیل کی نسبت یوحنا حواری تلمیذ مسیح کی طرف صحیح نہیں سمجھتا۔

اس لئے عقیدہ تثلیث کے سلسلے میں یوحنا کی شخصیت کی تحقیق بہت ضروری ہو جاتی ہے، اگرچہ فلسفیانہ تحقیقات اس سلسلے میں بدھ ازم، برہمن ازم، افلاطونیت اور نوافلاطونیت وغیرہ کا ایک مرکب ہمارے سامنے لاتی ہیں، لیکن ہم خدمتِ حق کے خیال سے اس پر تاریخی نقطہ نظر سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔

تاریخ تدوین

اس انجیل کی تدوین کے بارے میں بھی مورخوں میں بہت اختلاف ہے، اور یہ مصنف کی شخصیت کے مجہول ہونے کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ وہ ۹۵ء یا ۹۶ء کے دوران لکھی گئی ہے۔

مسٹر ہورن کا کہنا ہے کہ وہ ۶۶ء، ۶۷ء، ۶۸ء یا ۶۹ء میں لکھی گئی ہے،

جر جس زدین کا کہنا ہے کہ وہ ۵۶ء میں لکھی گئی ہے۔

صاحب مرشد الطالبین کی رائے ہے کہ انجیل یوحنا کے سن تحریر کے بارے میں

مؤرخین میں اتفاق رائے نہیں، بعضوں کا خیال ہے کہ وہ یروشلم کی تباہی سے پہلے

۶۵ء میں معرض تحریر میں آئی، اور بعض لوگوں کا قیاس ہے کہ یوحنا نے اپنی جلاوطنی

سے واپسی پر اسے ۹۸ء میں لکھا تھا، اور اس طرح علم و تاریخ کے متلاشی کے سامنے

یہ دو سوال آجاتے ہیں کہ:

۱۔ چوتھی انجیل کا مترجم یوحنا کون ہے، اس نے اپنی انجیل کب لکھی اور کس کے لئے لکھی؟

۲۔ اس مجہول یوحنا کی انجیل پہلی تین انجیلوں سے اتنی مختلف کیوں ہے، اور جس زون کے بقول اس میں ایشیائی پادریوں کے کہنے سے عقیدہ تثلیث والوہیت مسیح کیوں داخل کر گیا؟ اس لئے اگلے مباحث میں یوحنا کی شخصیت، سن تدوین، تثلیث کی ایجاد، تثلیث اور فلسفیانہ خیالات کے باہمی رشتے کی دریافت ضروری ہے،

اناجیل اربعہ پر ایک نظر

تاریخ مسیحیت کا مدار و ما ضا اول اناجیل اربعہ ہی ہیں، اس لئے بحث کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔

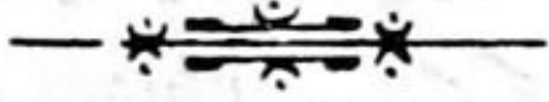
۱۔ یہ انجیلیں سیدنا مسیح کی املا کردہ نہیں، بلکہ مسیح نے انھیں دیکھا بھی نہ تھا۔
۲۔ ان کے لکھنے والے مجہول وغیر معروف ہیں، اس لئے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا، کسی کے حالات نایاب ہیں، اور کسی کی خدمات اور ان اناجیل سے ان کا تصنیفی تعلق بھی واضح نہیں۔

۳۔ ان کی تصنیف مخصوص لوگوں کے خیالات اور مختلف ماحول اور زمانوں کے مطابق ہوئی اور پھر ان لوگوں کے بھی حالات لاعلمی کی نذر ہو چکے ہیں۔

۴۔ اصل انجیلوں کی گمشدگی پر خود مسیحیوں کا بھی اتفاق ہے، اور ان کے تراجم، اس لئے غیر مصدقہ اور ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں کہ خود اصل کا پتہ نہیں یا مترجم ہی

نامعلوم ہے۔

۵۔ ان میں نقل و روایت اور تراویح و تسلسل کی کوئی گہتر صورت بھی نہیں ہو کسی
آسمانی کتاب یا نبی کی تعلیمات کے لئے ضروری ہوتا ہے۔



حضرت عیسیٰ کی اصل انجیل

اور موجودہ اناجیل

نارٹن ایک مسیحی عالم کہارن سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”ابتداءئے مسیحیت میں ایک مختصر رسالہ پایا جاتا تھا جس کے بارے میں

اصل انجیل کا شبہ کیا جاتا ہے، اور غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان متبعین کے لئے

لکھی گئی تھی جنہیں حضرت مسیح کے اقوال و افعال کے مشاہدہ کا موقع نہیں

ملا تھا، بہر حال یہ انجیل ہی اصل کی حیثیت رکھتی تھی، اگرچہ اس میں بھی مسیحی

تعلیمات ترتیب کے ساتھ نہیں لکھی گئی تھیں۔“

اصل انجیل کی گم شدگی کے بارے میں پولس رومیوں کے نام کے خط میں لکھتا ہے کہ:

”وہ خدا جس کی میں اپنی روح سے عبادت کرتا ہوں اپنے بیٹے کی انجیل میں

اس کا گواہ ہے کہ میں کیسے تمہیں بلا انقطاع کے یاد کرتا ہوں۔“

انجیل متی کے چوتھے اصحاب میں ہے:

”یسوع گلیلی کے اطراف میں پھرتا تھا، اور لوگوں کو عبادت سکھاتا تھا،

اور ان تک آسمانی بادشاہت — انجیل کی بشارت پہنچاتا تھا!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کی موجودگی کا اعتراف تو ملتا ہے، لیکن بہر حال وہ پھر مطلقاً نایاب ہو گئی، اس سلسلے میں ہم مغرب و مشرق کے دو مسیحی علماء کے خیالات لکھتے ہیں، تاکہ یہ روشنی ہم محققین مسیحیت کے سامنے رکھ سکیں، اور غیر جانب دار و حق پرست اشخاص اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ان میں سے ایک صاحب موسیو ایٹین ڈینیہ ایک فریج مصور ہیں، جو خدائی چہرے کے خدو خال کی تصویر کے سلسلے میں بحث کرتے کرتے اسلام لے آئے تھے، اور ان بحثوں میں اس نتیجہ تک پہنچے تھے کہ اسلام ہی نے وجود الہی کے ادراک کے سلسلے میں سب سے بہتر رہنمائی کی ہے، وہ یہ کہ خدا ایک اور بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، اور نہ وہ پیدا کیا گیا اور کوئی اس کا ہمسرہ و مقابل نہیں!

دوسرے صاحب ایک مصری مسیحی ڈاکٹر نظمی لوقا ہیں جنہوں نے علمی نقطہ نظر سے ایک سالہ "محمد: پیغمبر اور پیغمبری" لکھا اور اس میں تین مذاہب کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہودیت ایک قومی و نسلی مذہب، عیسائیت ایک وجدانی مذہب، اور اسلام تمام انسانیت کا مذہب ہے، اور اہل کتاب کی اصلاح کے لئے آیا ہے، اور تاکہ وہ انسانوں کی دنیا و آخرت کے لئے نشانِ راہ متعین کر دے۔

موسیو ایٹین ڈینیہ کی رائے

وہ کہتے ہیں کہ:

یہ انجیل متی سے کتاب مذکور ص ۱۷

نمونہ کہی جاسکتی، اس لئے وہ انسانی نفسیات سے بہت بے خبر معلوم ہوتے ہیں،
 ورنہ نبی کے شایان شان باتوں کو وہ "ابن اللہ" کی طرف نہ منسوب کرتے، حضرت
 مسیحؑ کی زبان سے بہت سی ایسی باتیں کہلائی گئی ہیں کہ آدمی کو تعجب ہوتا ہے کہ
 کیا مسیحؑ یہ کہہ سکتے تھے؟

۱۔ مسیحؑ کے وہ اقوال ملاحظہ ہوں جن سے ان کی والدہ حضرت مریم کی اہانت نکلتی ہے، مقام

قانا کی ایک شادی کے بارے میں ہے:

"پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں
 تھی، اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی، اور جب
 مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی، یسوع
 نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟"

۲۔ ایسے ہی ایک موقع پر مسیحؑ کے انجیر کے درخت پر لعنت بھیجتے دکھایا گیا ہے۔

دوسرے دن جب وہ بیت عنیاہ سے نکلے تو اسے بھوک لگی اور وہ دور

سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے
 مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا،
 اس نے اس سے کہا آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں
 نے سنا۔

۳۔ مسیحؑ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجنبی کو ناپسند کرتے تھے۔

"پھر یسوع وہاں سے نکل کر صور اور صیدا کے علاقہ کو روانہ ہوا، اور

دیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر ایک بدروت میری بیٹی کو بہت ستاتی ہے، مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا، اور اس کے شاگردوں نے پاس آکر اس سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کر دے کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلتی ہے، اس نے جواب میں کہا کہ میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھولی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا، مگر اس نے آکر اسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری بددگر اس نے جواب میں کہا اڑھکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔

۴۔ ایسے ہی فخر و تکبر ظاہر کرنے والا یہ قول ملتا ہے کہ :-

”اگر میں نے ان کے درمیان ایسے کام نہ کئے ہوتے جنہیں کسی نے کیا ہوتا تو وہ ان کے لئے گناہ نہ ہوتے، لیکن اب مجھے دیکھ کر مجھے اور میرے باپ پر وہ خفا ہو رہے ہیں“

۵۔ ایک قول تفریق اور فساد کی حمایت میں ملتا ہے کہ :-

”میں زمین پر آگ بھر کانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا، لیکن مجھے ایک ہتسہ لینا ہے، اور جب تک وہ نہ ہوئے میں بہت ہی تنگ رہوں گا، کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے، کیونکہ اسے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت کھیں گے دو سے تین اور تین سے دو، باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا اور بیٹا باپ سے، ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے، اس سے بہو سے اور بہو اس سے۔“

”جب بہت سے لوگ اس کے ساتھ جا رہے تھے تو اس نے پھر ان سے
کہا اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور
بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔“

۶۔ خوف و غم ظاہر کرنے والے اقوال میں سے ایک:

”اس وقت ان سے اس نے کہا میری جان نہایت غمگین ہے، یہاں تک کہ
مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو پھر ذرا
آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ
پیالہ مجھ سے مل جائے۔“

”خوف ظاہر کرنے والے ایسے اور بھی اقوال ہیں جنہیں دیکھ کر فریخ فلسفی پاسکل کو
کہنا پڑا کہ ”مسیح موت سے ڈرتے ہیں“

۷۔ بعض اقوال سے موت کے سبب خوف و ناامیدی کا اظہار ہوتا ہے مثلاً مسیح کے
مصلوب ہونے کے وقت کا بیان انجیل میں اس طرح ہے:

”اور دوپہر سے لیکر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا، اور
تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایللی ایللی ما شققتنی؟
یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔“

ہم مسلمان جو مسیح کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، ان جیسی باتوں کی صحت پر یقین نہیں رکھتے،
اور نہ یہ باتیں کسی بھی نبی کی طرف منسوب کر سکتے ہیں، چہ جائیکہ مسیح خلیفہ جلیل القدر نبی کی
طرف، لیکن مسیحیوں نے اس انتساب کے ذریعہ خود ہی شہادت دے دی کہ حضرت عیسیٰؑ

لہذا: ۱۴: ۲۵، ۲۶: ۲۶، ۲۷: ۲۶، ۲۸: ۲۶

خدا کے بیٹے نہیں اور نہ انھوں نے الوہیت کا کوئی دعویٰ کیا تھا، یہ واقعہ تھا کہ مسیح نے یاس کی اخیر حالت میں اپنے باپ کی طرت نہیں توجہ ہوئے بلکہ اپنے رب کی طرف مائل ہوئے اس کے علاوہ یہ جملہ جو مسیح کی اصل زبان میں ہے۔ انجیل کے یونانی ترجمہ کی غلطیوں کو اپنانے کی اجارت نہیں دیتا۔

ان حقائق کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ اہل مغرب نے مسیح کے بجائے کوئی اور مسیح گڑھ لیا ہے، مغرب کا مسیح جب اپنے "باپ" کے بتائے ہوئے قوانین فطرت کا مقابلہ کرتا ہے، تو وہیں مشرق کا مسیح سنت اللہ کی پیروی کرتا نظر آتا ہے۔ اس مسیحی محقق کی رائے تھی جو تحقیق کے بعد بالآخر مسلمان ہو گیا تھا، انھوں نے

..... اپنی بے غرضی اور اخلاص کا اعلان اس جلسہ میں کیا تھا، جو ان کے اعزاز میں ۱۹۲۷ء میں الجزار کی نئی مسجد میں منعقد ہوا تھا، وہاں انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ لوگ گواہ رہیں کہ وہ دسیوں سال پہلے سے مسلمان تھے، لیکن اس کا اعلان آج کر رہے ہیں، اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ انھیں اسلامی طریق پر دفن کیا جائے اور یہ کہ وہ اسلام کسی دنیوی غرض کے لئے نہیں لائے ہیں، بلکہ اسے دین و ایمان کی یقینی شکل سمجھ کر لائے ہیں۔

انھوں نے یہ مذہب تحقیق و تدقیق کے بعد اختیار کیا ہے، اور وہ ناقصوں اور ہمدردوں دونوں ہی سے مناظرہ و مناقشہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام ہی خدا کا دین ہے، اور وہ آج سے "ڈینیہ" کے بجائے "ناصر الدین" اپنا نام تجویز کرتے ہیں۔ ان تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ مسیحیت کے مقدس کتاب کی اصلیت کیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر نظمی لوقا مصری کی رائے

ڈاکٹر نظمی لوقا اپنی کتاب محمد: رسالت اور رسول میں "دین قلب" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"اس لئے انسانیت کے لئے ناگزیر تھا کہ وہ اس مسیحیت میں اپنی ہدایت کا سامان ڈھونڈھے جو صرف توحید و تنزیہ ہی کی دعوت نہیں دیتی بلکہ اللہ تعالیٰ کو محبوب حقیقی کا درجہ دیتی ہے جس کی طرف ہر انسان کا وجدان مائل ہوتا ہے اور اس کے قلب سے دوسرے تمام محبوبوں کی محبت ختم ہو جاتی ہے اور اس میں کسی کی عظمت باقی نہیں رہ جاتی اور نہ مظاہر کی کوئی وقعت۔ یہاں مسیحیت سے میرا مراد اس سے ہے جس کی مسیح نے تعلیم دی تھی نہ کہ وہ جو بعد میں اسحاق و اضافہ کے ذریعہ وجود میں آئی۔"

وہ عنوان "اللہ" کے تحت کہتے ہیں کہ: قرآن نے خدا کی وحدانیت کے بارے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جیسا کہ سورہ اخلاص سے معلوم ہوتا ہے، اور جس سے شرک کی نفی اور اہل کتاب کے عقیدے کی تصحیح ہو جاتی ہے، اس لئے کہ مسیح کے تابعین مسیح کی الوہیت اور خدا کا بیٹا ہونے کے قائل ہیں، اور اس کے کہ خدا کی ایک ذات کے تین رخ ہیں، باپ، بیٹا اور روح القدس، اور وہ اس کی مثال آفتاب سے دیتے ہیں، جیسے وہ ایک حقیقت ہوتے ہوئے جو اس کے سامنے جسم روشنی، اور گرمی کی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس کتاب مذکورہ ص ۵۶، ۵۷ اس تثلث پر میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ہندوستان

میں بھی اس شرک کی تشریح برہمنوں و شنو اور ہمیش کی تریزورقی سے کی جاتی ہے۔ مترجم

لیکن مسیح کے اقوال میں اس طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمیشہ اپنے
آپ کو انسان زادہ ہی کہتے رہے۔

اصل انجیل کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے میں نے ضروری سمجھا کہ ان دو مؤثر حضرات
کی رائیں درج کر دوں۔



برنابا، اور ان کی انجیل

برنابا کی شخصیت

صحیفہ اعمال، جو لوقا کی تدوین کہا جاتا ہے، اس کے اصحاب رابع میں ہے کہ

”اور یوسف نام ایک لاوی تھا جس کا لقب رسولوں نے برنابا

یعنی نصیحت کا بیٹا رکھا تھا، اور جس کی پیدائش کپرس (قبرص) کی تھی، اس کا

ایک کھیت تھا، جسے اس نے بیچا اور قیمت لاکر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی“

اور اس کے نویں اصحاب میں ہے:

”اس نے یروشلم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب

اس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے، مگر برنابا نے

اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس میں

طرح ندادند کو دیکھا اور اس سے باتیں کیں“

۱۵ اعمال: ۴: ۳۶، ۳۷ ایضاً: ۹: ۳۶، ۳۷

گیارہویں اصحاب میں ہے:

”ان لوگوں کی خبر یرشلم کے کلیسا کے کانوں تک پہنچی اور انہوں نے برنباس کو انطاکیہ تک بھیجا وہ پہنچ کر اور خدا کا فضل دیکھ کر خوش ہوا اور ان سب کو نصیحت کی کہ دلی ارادہ سے خداوند سے پیٹے رہو کیونکہ وہ نیک مرد اور روح القدس اور ایمان سے معمور تھا“^۱

اور تیرہویں اصحاب میں اس طرح ہے:

”انطاکیہ میں اس کلیسا کے متعلق جو وہاں تھی کئی نبی اور معلم تھے، یعنی برنباس اور شمعون جو کالا (نیگرو) کہلاتا ہے اور لوکیس کرینی اور مناہیم جو چوتھائی ملک کے حاکم ہیرودیس کے ساتھ پلا تھا، اور ساؤل، جب وہ خداوند کی عبادت کر رہے، اور روزے رکھ رہے تھے، تو روح القدس نے کہا میرے لئے برنباس اور ساؤل کو اس کام کے واسطے مخصوص کر دو جس کے واسطے میں نے ان کو بلا یا ہے تب انہوں نے روزہ رکھ کر اور دعا کر کے..... اور ان پر ہاتھ رکھ کر انھیں رخصت کیا“^۲

اور آگے تصریح ہے کہ ”یوحنا ان کا خادم تھا“^۳

اور پوس کلسٹیوں کے نام کے خط میں لکھتا ہے کہ:

”ارسترخس جو میرے ساتھ قید ہے تم کو سلام کہتا ہے اور برنباس کے رشتے کا بھائی مرقس (جس کی بابت تمہیں حکم ملے تھے، اگر وہ تمہارے پاس آئے تو

اس سے اچھی طرح ملنا ہے:

ان دینی نصوص خصوصاً سفر اعمال کی تصریحات سے جو مسیحیت کی شرح کا مستند
مآخذ ہیں، برنا با کی شخصیت کے یہ پہلو سامنے آتے ہیں:

- ۱۔ فیاض تھے اور دعوت کے کام میں رسولوں کے لئے خرچ کرتے تھے۔
- ۲۔ پاک اور پاکباز اور شریف انسان تھے اور روح القدس سے ان کا واسطہ رہتا تھا
- ۳۔ روح القدس نے شاؤل (پولس) کے ساتھ دعوت کے لئے انھیں بھی منتخب کیا تھا
- ۴۔ اور کلیسا نے انھیں انطاکیہ اور طرس میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔
- ۵۔ اور وہ مرقس (صاحب انجیل ثانی) کے ماموں تھے۔
- ۶۔ انہی نے شاؤل (پولس) کی رہنمائی کی، جو تلامذہ کے مار دھاڑ کے لئے مشہور تھا
جیسا کہ "اعمال" کے نویں باب سے پتہ چلتا ہے۔

اور اس کے بعد دو چیزیں قابل بحث رہ جاتی ہیں:

- ۱۔ مرقس کا (جو برنا با کے ساتھ خادم کی طرح رہتا تھا) برنا با کی اس رائے سے
متفق ہونا کہ عیسیٰ خدا نہیں تھے، جیسا کہ صاحب "مروج" انجنار فی تراجم الابراہم
نے نقل کیا ہے کہ مرقس الوہیت مسیح کے منکر تھے اور ان کے استاذ پطرس کا
بھی یہی خیال تھا۔

- ۲۔ یہ کہ کلیسا نے انجیل برنا با کو کیوں نہیں تسلیم کیا، حالانکہ وہ مرقس، لوقا، اور یوحنا
کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہیں اور وہ مرقس کے استاد ہیں، اور انجیل کے مطابق وہ
پولس کے بھی امام اور مقتدا ہیں؟

ان دونوں باتوں پر مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی طرح کے محققوں کو خاص توجہ کرنی چاہئے یہ احترام علم اور تعصب، جمود اور خود رائی سے بچنے کا خاص تقاضا ہے۔

برنابا کا دینی مقام

اوپر جو نصوص ہم نے نقل کئے ہیں، ان سے برنابا کا دینی مقام بڑی حد تک واضح ہو جاتا ہے، اعمال کے گیارہویں باب میں ہے کہ:

”انہوں نے برنابا کو انطاکیہ تک بھیجا — کیونکہ وہ نیک مرد اور
روح القدس اور ایمان سے معمور تھا؛“

اور تیرہویں اصحاح میں ہے کہ:

”روح القدس نے کہا میرے لئے برنابا اور شاؤل کو اس کام کے واسطے
مخصوص کر دو جس کے واسطے میں نے ان کو بلایا ہے؛“

ان وضاحتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ برنابا اولیں مسیحیت کے خاص ارکان اعیان میں سے تھے، اس لئے مسیحیوں کا اس پر اجماع ہے کہ وہ مقدس بزرگ اور رسول تھے، اور ان پر روح القدس نازل ہونا تھا، البتہ وہ انہیں حواری تسلیم نہیں کرتے، اگرچہ ان کی انجیل انہیں حواری ثابت کرتی ہے، بہر حال وہ مرقس کے اتنا ذرا اور مرقس ان کے خادم تھے اور وہ پولس کے بھی رہنما تھے، اور پولس کو اس کے باغی شاگردوں سے ملانے کے سلسلے میں وہ پولس کے محسن بھی نظر آتے ہیں۔

اس طرح برنابا اپنی انجیل کے مطابق حواری ثابت ہوتے ہیں، یا وہ ان رسولوں میں

معلوم ہوتے ہیں، جن کی بڑی دینی خدمات ہیں، اور خود یہ متعصب مسیحیوں کی رائے ہے، تحقیقی نظر میں برنابا کا دینی مقام کسی طرح فروتر نہیں معلوم ہوتا، اور محقق انھیں رسول اور مقدس ماننے پر مجبور ہے، اور وہ ایک مجاہد دینی داعی اور روح القدس کے مقرب نظر آتے ہیں۔

انجیل برنابا کے بارے میں

۱۔ لاطینی راہب فرامینو کا کہنا ہے کہ اسے اریانوس کے ایک خط کا پتہ چلا تھا جس میں پولس کی ان تحریروں کے بارے میں ناراضگی تھی، جو اس نے برنابا کے حوالے سے لکھی ہیں، اس واقعہ نے انھیں انجیل برنابا کی کھوج میں لگایا، اور اس نے اس کے لئے پوری کوشش کی چنانچہ پوپ اسکاٹس پنجم کے کتب خانہ میں اسے انجیل برنابا کا سراغ مل گیا اور اس نے خفیہ طور پر اس کے مطالعہ کے بعد اسلام قبول کر لیا، ڈاکٹر سعادت بک کہتے ہیں کہ جب آپ مسیحی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ پوپ اسکاٹس کا زمانہ اخیر سو لوہویں صدی مسیحی کا ہے۔

۲۔ مؤرخین مسیحیت کا اس پر اتفاق ہے کہ انجیل برنابا کا قدیم ترین نسخہ جو اطالوی زبان میں تھا، پادری کریمر کو جو برمنی کا شاہی مشیر تھا ۱۷۰۹ء میں ملا تھا۔

۳۔ پھر کریمر کا یہ نسخہ آسٹریا کے دارالسلطنت وائسنا کے شاہی ذخیرہ میں پہنچ گیا اور تاریخی نظر میں اسی کو تمام انجیلوں کا اصل اور مرجع قرار دیا جاتا ہے۔

۴۔ اس اطالوی نسخہ کے علاوہ اٹالین سے ترجمہ شدہ ایک ہسپانوی نسخہ بھی دریافت ہوا، لیکن اس کا مترجم نہیں معلوم ہو سکا، اور اس ہسپانوی نسخہ کو مستشرق سابل نے

انگریزی میں منتقل کیا اور اس ترجمہ کے بھی صرف چند ٹکڑے ڈاکٹر ہوائٹ کے خطبات میں نقل ہوئے ہیں۔

۵۔ ڈاکٹر سعادت بک کہتے ہیں کہ پوپ گلاسیس اول نے ۱۱۹۲ء میں پاپے اعظم بننے کے بعد کچھ کتابوں کے نام شماری کا حکم دیا جن کا مطالعہ ممنوع تھا، ان میں ایک کتاب انجیل برنابا بھی تھی۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برنابا ایک علمی حقیقت ہے، اور اس کا ظہور و خفا اور ترجمہ تاریخی طور پر ہوتا رہا ہے، اور اصحاب کلیسا نے اپنے خلاف مطلب پا کر کتب ممنوعہ میں داخل کر دیا۔ ————— بہر حال تاریخی طور پر انجیل برنابا کے سلسلے میں یہ باتیں واضح ہیں کہ:

۱۔ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ پہلا نسخہ اطالوی زبان میں تھا جسے کریمر نے ۱۷۰۹ء میں دریافت کیا تھا۔

۲۔ یہ نسخہ ایک مسیحی راہب کے ذریعہ وائٹا کے شاہی ذخیرے میں منتقل ہوا اور وہاں ۱۷۳۸ء تک موجود رہا۔

۳۔ ہسپانوی زبان کا نسخہ اس متعصب حکومت کے قبضہ میں رہا جو اسلامی اندس کے کھنڈر پر تعمیر ہوا تھا۔

۴۔ ہسپانوی نسخہ کا انگریزی ترجمہ ایک مستشرق نے کیا تھا، اور مستشرقین کا تعصب مشہور ہے۔

۵۔ پھر پادری فرامینو کی کوشش سے جو اس نے اریانوس کی تحریر سے متاثر ہو کر شروع کی تھی، اس انجیل کا نسخہ دریافت ہوا تھا۔

۶۔ اور پھر فرامینو نے پادری اسکالٹس کے ذخیرے میں انجیل برنابا کو دریافت کیا، اور مطالعہ کے بعد مسلمان ہو گیا، یہ انجیل برنابا کی مختصر تاریخ تھی جس سے معلوم ہوا کہ اس کا کاتب حواریین یا مرسلین و مقدسین کا ایک فرد اور اصل عیسائیت کا مجاہد داعی ہے۔

اس کی تدوین کی زبان اطالوی اور ہسپانوی زبانیں ہیں، اور یہ جنوم ہے کہ اطالوی ہسپانوی زبان کی بنیاد ہے، اس کا مترجم مستشرق سایل ہے جس کے شذرات ڈاکٹر ہوارٹ کے خطبے میں آئے ہیں۔

مورخین اس کے پہلے نسخے کی دریافت کا زمانہ پندرہویں اور سولہویں صدی مسیحی کا نصف بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ۱۴۹۹ء کا دریافت شدہ اطالوی نسخہ وہی نسخہ ہے، جو فرامینو کو اسکالٹس خامس کے ذخیرے میں ملا تھا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ انجیل برنابا طویل کم شدگی کے بعد دو زبانوں میں ظاہر ہوئی اور اس کا ترجمہ مسیحی فضا اور مسیحی دنیا میں اس دور میں ہوا جبکہ مسیحیت پاپائیت شہنشاہت اور علوم و فنون میں سرایت کے ہوئے تھی، چنانچہ پہلا دریافت کرنے والا فرامینو بھی مسیحی تھا اور دوسرا پادری کریم جرمینی کی مسیحی بادشاہت کا مشیر تھا، پھر یہ نسخہ آسٹریا کی مسیحی شہنشاہت کے قبضہ میں آیا اور ہسپانوی ترجمہ بھی ایک مسیحی حکومت میں ظاہر ہوا اور اس کا ترجمہ بھی ایک مسیحی مستشرق سایل نے کیا۔

ان تمام باتوں کے بعد پھر مسیحیوں کا اس نسخہ کا انکار سمجھ میں نہیں آتا اور کلیسا، مسیحی کونسلوں اور پاپاؤں کا پانچویں صدی سے اس انجیل کو ممنوع قرار دینا اس سے بھی بڑھ کر تعجب خیز ہے، یہ باتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، اور غور و فکر کے قابل ہیں، تا آنکہ حق کی

اس روشنی کو ہم عام نہ کر دیں جسے بھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

انجیل برنابا کی اہمیت

آئندہ بحثوں میں ضرورت اور افادیت کے خیال سے یہاں انجیل برنابا کی اہمیت دکھانا ضروری ہے اس لئے کہ یہی چیز ان علمی و دینی مسائل کی بنیاد تھی جنہوں نے کونسل کلیسا اور پوپ کو انجیل برنابا کی ممانعت پر ابجدارا۔

۱۔ برنابا ایک مقدس شخصیت اور مجاہد تھے جس میں کسی کو اختلاف نہیں پھر وہ مرقس کے اتاذ اور پوپس کے رہنما تھے۔

۲۔ اور ان کی رائے پطرس کی رائے سے متفق ہے کہ مسیح میں الوہی شان نہیں تھی۔

۳۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم کے بیٹوں میں سے ذبیحہ اسماعیل تھے، نہ کہ اسحاق۔

۴۔ وہ صراحتہ رسول اللہ کی بشارت دیتے تھے۔

۵۔ وہ دوسری انجیلوں کے برخلاف حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے کے قائل ہیں،

اور اس کے ماننے والوں کی سرزنش کرتے ہیں۔

۶۔ وہ تثلیث کے قائل نہیں اور مسیحیت کے نئے طریقوں کو بدعت اور اختراع سمجھتے ہیں۔

ان عقائد کے بارے میں خود انجیل برنابا میں صراحت ہے مثلاً مسیح کی اہمیت کی نفی

کے بارے میں ہے:

”عزیز و بیشک خدائے عظیم و عجیب نے اسی پچھلے زمانہ میں اپنے نبی یسوع مسیح کی

معرفت ہمارے گریہ بڑی مہربانی سے کی ان آیتوں اور اس تعلیم کے بارے میں جس کو

شیطان نے تقویٰ کے نامی دعویٰ سے بہت سارے آدمیوں کو گمراہ بنانے کا

ذریعہ ٹھہرا لیا ہے، ایسے آدمی کو وہ سخت کفر کی منادی کرنے والے ہیں، مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور ختنہ کرانے سے انکار کرتے ہیں، جس کا خدا نے ہمیشہ حکم دیا ہے، ہر نجس گوشت کو جائز بتاتے ہیں، یہ آدمی ایسے ہیں کہ لان کے شمار میں پولس بھی گمراہ ہوا، وہ پولس کہ اس کی نسبت میں جو کچھ کہوں افسوس ہی سے کہتا ہوں، وہی ایسا سبب ہے کہ اس کی وجہ سے میں اس حق کو لکھ رہا ہوں، جسے کہ میں نے اسی اثنا میں دیکھا اور سنا ہے، جبکہ میں یسوع کی رفاقت میں تھا^۱۔

تثلیث کی تردید میں کہتے ہیں:

کاہن نے جواب میں کہا یہودیہ تیری نشانیوں اور تعلیم کے سبب بے چین ہو گئی ہے، وہ سب آدمی کھلے طور سے کہہ رہے ہیں کہ تو ہی خدا ہے، پس میں قوم کی وجہ سے مجبور ہوا کہ رومانی حاکم اور بادشاہ ہیرودس کے ساتھ یہاں تک گؤں پس ہم اتنے تہ دل سے تجھ سے امید کرتے ہیں کہ تو اس فتنہ کو جو تیرے ہی سبب سے برپا ہوا ہے فرو کرنے پر راضی ہو گا، اس لئے کہ ایک فرق کہتا ہے کہ تو ہی اللہ ہے اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ تو اللہ کا بیٹا ہے اور ایک اور فرق کہتا ہے کہ تو نبی ہے۔؟

یسوع نے جواب میں کہا "اور اے کاہنوں کے سردار تو نے کیوں نہیں فتنے کو فرو کیا، کیا تو بھی دیوانہ ہو گیا، کیا نبوتیں اور اللہ کی شریعتیں سب بلیا میٹ ہو گئیں؟ اے بد بخت یہودیہ جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے، اور جبکہ یسوع نے یہ کہا وہ لوٹا اور دوبارہ کہا بے شک میں آسمان کے سامنے گواہی دیتا ہوں

۱۔ مقدمہ انجیل برنابا۔

اور ہر ایک زمین پر رہنے والے کو گواہ بناتا ہوں کہ تحقیق میں ان سب باتوں سے
بے تعلق ہوں جو لوگوں نے میری نسبت کہی ہیں کہ میں (یسوع) انسان سے
بڑھ کر ہوں اس لئے کہ میں ایک انسان ایک عورت کے لطن سے پیدا ہوا ہوں
اور اللہ کے حکم کا نشانہ ہوں، مثل تمام دیگر آدمیوں کے زندگی بسر کرتا ہوں،
عام تکلیف کا نشانہ بن کر رہا

نظریۂ اہمیت کی تردید میں ہے:

”یسوع نے جواب میں کہا: اور خود تمہارا میرے بارے میں کیا قول ہے؟
پطرس نے جواب دیا: تو مسیح اللہ کا بیٹا ہے، تب اس وقت یسوع برہم ہوا
اور اس کو غصے کے ساتھ یہ کہتے ہوئے جھڑکا: میرے پاس سے چلا جا اس لئے کہ
تو شیطان ہے، اور مجھے برا سلوک کرنے کا قصد رکھتا ہے۔“

حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے کے سلسلے میں ہے:

”میں تم سے سچ کہتا ہوں اگر تم فرشتہ جبریل کے کلام میں غور کرو گے تو تم کو
ہماری باتوں اور فقیہوں کی بد باطنی کا علم ہو جائے گا، کیونکہ فرشتے نے کہا،
”اے ابراہیم عنقریب تمام دنیا جان لے گی کہ اللہ تجھ سے کبھی محبت کرتا ہے،
مگر دنیا کو تیری اللہ کے ساتھ محبت کیونکر معلوم ہو یقیناً تجھ پر واجب ہے کہ تو خدا
کی محبت کے لئے کچھ کرے، ابراہیم نے جواب دیا: یہ خدا کا بندہ مستعد ہے کہ جو خدا کا
ارادہ ہو وہی کرے، تب اس وقت اللہ نے ابراہیم سے کہا، تو اپنے پہلوئے بیٹے اسماعیل
کو لے اور پہاڑ پر چڑھ جاتا کہ اس کو قربانی کے طور پر پیش کرے۔“

۱۵۲ ایضاً: ۷: ۲۰-۶

۱۵۳: ۱۸-۲۳

پس اسحاق کیوں کر پہلو نٹا ہو سکتا ہے، حالانکہ جب وہ پیدا ہوا تھا اس وقت

اسماعیل کی عمر سات سال کی تھی!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے سلسلے میں ہے:

”وہ نشانیاں جو خدا میرے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے، ظاہر کرتی ہیں کہ میں اللہ کے

ارادے سے کلام کرتا ہوں، اور میں اپنے کو اس نبی جیسا نہیں سمجھتا جس کے

بارے میں تم کہتے ہو اس بے کہ میں تو اس کا بھی اہل نہیں کہ رسول اللہ کے جوتوں

کے تسمے کھولوں جسے تم میا کہتے اور مجھ سے پہلے پیدا ہوا ہے، اور میرے

بعد کلام حق لے کر آئے گا، اور اس کے دین کی انتہا نہ ہوگی!“

ڈاکٹر سعادت بک ”مسیحا“ سے مراد ”محمد“ لیتے ہوئے کہتے ہیں:

برنابا نے محمد کا ذکر کئی فصلوں میں صراحت کے ساتھ کیا ہے، اور انھیں

رسول اللہ بتایا ہے، اور ذکر کیا ہے کہ جب آدم جنت سے نکالے گئے تو جنت

کے دروازے پر یہ سطرین نورانی حروف میں لکھی ہوئی دکھیں:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

ایک اہم نکتہ

مطالعہ مسیحیت کے لئے بنیادی اصول پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری سمجھنے

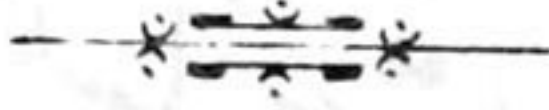
میں کہ قرآن کی بیان کردہ عیسائیت کی تائید خود عیسائیوں کی تحریروں سے دکھادی

جائے، جو اناجیل اربعہ اور انجیل برنابا کے موازنہ پر مشتمل ہو، اس طرح مطالعہ مسیحیت

۱۵ انجیل برنابا: ۴۴: ۵-۱۱ ص ۶۹ ۱۵ دیا چہ برنابا ص ۲۰۔

کے لئے رہنما اصول کی تیاری میں مدد ملے گی۔

پھر ایک جائزہ میں یہ دکھانے کی بھی کوشش ہوگی کہ ان انجیلی تعلیمات کو خود
علمائے مسیحیت کہاں تک تسلیم کرتے ہیں، اور یہاں ہم پھر ایٹن ڈینیہ اور ڈاکٹر نظمی لوقا مصر
کے بیانات درج کریں گے تاکہ وہ اپنے مسیحی دوستوں کو ایک نوس روشنی دکھا سکیں۔



عیسائیت

انا جیل اربعہ اور انجیل برنابا کی روشنی میں

عقائد اور انجیلیں

۱۔ نوفل بن نعمت اللہ بن جبرئیل نے اپنی کتاب "سوسنہ سلیمان" میں لکھا ہے کہ

نصاری کا عقیدہ جو کلیسا کے اختلاف سے نہیں بدلتا اور جسے نیتیقہ کی

کونسل نے صحیح کہا ہے، یہ ہے، ایک خدا پر ایمان، ایک باپ ہے جو کائنات کا

نگراں ہے اور آسمان و زمین اور تمام مری اور غیر مری چیزوں کا خالق ہے اور

ایک رب جو باپ کا اکلوتا بیٹا ہے، اور جو صدیوں پہلے نور خدا سے پیدا ہوا تھا،

وہ خدا کے برحق سے پیدا شدہ خدا کے برحق ہے اور مخلوق سے نہیں پیدا ہوا۔

وہ جو ہمیں باپ سے متفق ہے جس سے برتنے نکلی ہے، وہ ہم انسانوں اور

ہماری گناہوں کے سبب آسمان سے اتر اور روح القدس اور کنواری مریم

سے جسم حاصل کیا اور پیلایطس کے عہد میں ہماری طرف سے سوڈ پر چڑھا۔

۲۔ ڈاکٹر پوسٹ اپنی کتاب 'تاریخ کتاب مقدس' میں کہتا ہے:

"خدائی ذات تین برابر کے اقانیم سے عبارت ہے، الشرباپ، الشربیٹا، اور الشروح القدس، سلسلہ تخلیق بیٹے کے واسطے سے باپ تک پہنچتا ہے، بیٹے کی طرف کفارہ اور فدیہ کا انتساب ہوتا ہے، اور روح القدس سے تسمیر و تزکیہ منسوب ہے۔"

۳۔ اس کلام کی شرح پادری پوٹرنے رسالے 'الاصول والافروع' میں یوں کی ہے:

"جب خدا نے دنیا پیدا کی اور انسان کو اس کا سرتاج بنایا تو ایک عرصے تک وہ اس کے لئے صبر و صبر اپنی وحدانیت ہی کا اعلان کرتا رہا جیسا کہ یہ تورات سے معلوم ہوتا ہے۔"

ان بیانات سے علمائے مسیحیت کی یہ رائے ظاہر ہوتی ہے کہ:

۱۔ وہ تثلیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔

۲۔ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

۳۔ اقانیم تلامذہ کے جوہر ذاتی کو مساوی سمجھتے ہیں۔

۴۔ عیسیٰ کے نزول کا مقصد بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن مصری پادری ابراہیم سعید اپنے رسالہ 'بشارت لوقا' میں اقانیم کو ایک کہنے اور ولادت کو لفظی معنی میں نہیں بلکہ محبت کے معنی میں قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

"ابن اللہ کے معنی اللہ سے طبعی اور ذاتی طور پر پیدا ہونے کے نہیں ورنہ انھیں

ولد اللہ (خدا بچہ) کہا جاتا اور اس کے وہ معنی بھی نہیں جس معنی میں مسیحوں کو خدا کے

بیٹے کہا جاتا ہے، اس لئے کہ خدا سے مسیح کی نسبت عام مسیحوں جیسی نہیں اور

اس سے چھٹائی بڑی کا کوئی فرق بھی مقصود نہیں ہے، نہ زبانی اور جوہر کا اختلاف
 بتانا ہے، البتہ وہ مسیح اور خداوند کی باہمی محبت کی ایک تعبیر ہے اس لئے کہ
 باپ اور بیٹے کی محبت اس کا ایک ہلکا نمونہ اور اس کی ایک ہلکی سی جھلک
 ہی کہی جاسکتی ہے، اس تعبیر سے ہمیں یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ مسیح ہی وہ واحد
 شخص ہے، جن کو خدا کی رضا حاصل ہے، اور جنہوں نے خدائی وصیت کے پیش نظر
 موت کو قبول کیا اور صلیب پر چڑھ گئے، اور اسی وجہ سے انجیل میں کہا گیا کہ وہ
 میرا محبوب بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔

پادری ابراہیم سعید کو یہ صفائی دینے اور مسیحی تعلیمات کی فلسفیانہ تعبیر کی ضرورت
 اس لئے پیش آئی کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ نے تورات کو مستند قرار دیا ہے، اور تورات میں
 توحید کی دعوت، اس کی ترغیب اور ہر قسم کے شرک اور اس کے مظاہر کی تردید آئی ہے،
 اس لئے انجیل کے شرک اور تورات کی توحید کو ہم آہنگ کرنے کے لئے مسیحی پادری، پادری
 ابراہیم سعید ہی کی طرح تاویل میں کرتے ہیں۔

شرک اور تثلیث سے متعلق انجیلوں کے ان مقامات کو دیکھا جاسکتا ہے:

۱۔ یوحنا:۔ ۱/۳۴، ۵۰، باب ۱۰/۳۰، باب ۲۰/۲۸

۲۔ متی:۔ باب ۵/۱۴، باب ۳/۱۴، باب ۲۶/۶۳، باب ۸/۲۴ و ۲۷، باب ۲۸/۱۹

۳۔ مرقس:۔ باب ۱۴/۶۱

۴۔ اشعیاہ:۔ باب ۹/۵، باب ۴/۱۴، باب ۶/۱۱۔

دارورسن کی آزمائش یا صلیب مسیح

انجیل یوحنا میں ہے کہ:

”ابن آدم اس لئے آیا تاکہ صلیب سے مرنے والوں کا کفارہ بنے، اس نے

اپنی محبت و رحمت سے نجات کا راستہ بنا دیا؛

انجیل یوحنا میں ہے:

”دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا: دیکھو یہ خدا کا

برہ ہے جو دنیا کا گناہ اٹھائے جاتا ہے۔ (۱۹:۱)

انجیل یوحنا میں ہے:

”اس نے سب سے کہا جو میرے پیچھے آنے کا ارادہ کرے تو اپنے نفس

کا انکار کرے اور ہر روز اپنی صلیب اٹھا کر میرے ساتھ چلے۔“

اور انجیل یوحنا میں ہے:

”پس وہ یسوع کو لے گئے اور وہ اپنی صلیب آپ اٹھائے، اس جگہ تک

باہر گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے۔ اور جس کا ترجمہ عبرانی میں گلگتا ہے، وہاں

انہوں نے اس کو اور اس کے ساتھ اذرد و شخصوں کو مصلوب کیا؟ (۱۹: ۱۷، ۱۸)

پادری ابراہیم سعیدان نصوص کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”معلم کے نقش قدم تلامذہ کے لئے رہنا ہوتے ہیں، اس لئے اگرچہ مسیح

ہماری طرف سے سونی پر چڑھ گئے اور ان کے بائیں میں کہا گیا کہ انہوں نے

حق ادا کر دیا، لیکن اس مصلوبیت کی وجہ سے ہم پر ذمہ داری عائد ہو گئی،

یہ نہیں کہ ہم مسیح مظلوم کے شریک بن جائیں بلکہ ہماری شرکت کے یہ معنی ہیں کہ ہم عملاً ان کی قربانی کی روح میں شریک ہوں۔

مسیح کے صلیب پر چڑھنے کے معنی ہیں کہ ان کی موت ہوگئی، لیکن ایک مسیحی

کی صلیب کے معنی ہیں کہ انا نیت، حسب ذات اور نفس پرستی کی موت ہو جائے۔

اس طرح مسیحیوں کے یہاں صلیب اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کے

نقش قدم کی پیروی کی جائے یہاں چند قابل غور امور سامنے آتے ہیں:

۱۔ کیا پھانسی پانا مسیح کا عمل قرار دیا جائے گا اور کیا اسے ایسی دینی چیز مانا جائے گا

جس کی مسیح نے تعلیم دی ہو۔؟

۲۔ کیا مسیح نے اس شخص کے لئے استغفار کیا تھا جس نے انھیں رومی حکومت

کے حوالے کیا تھا یا مسیح نے پھانسی کے حکم کو بغیر کسی ناگواری کے قبول کر لیا تھا؟

انجیل یوحنا میں ہے کہ:

”یسوع نے اسے جواب دیا کہ اگر تجھے ادھر سے نہ دیا جاتا تو تیرا مجھ پر کچھ

اختیار نہ ہوتا اس سبب جس نے مجھے تیرے حوالے کیا اس کا گناہ زیادہ ہے۔“ (۱۱:۸)

پھر کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ مسیح ابنی آدم کے گناہوں کے کفارے کے طور پر مصلوب

ہوئے حالانکہ وہ اپنے گرفتار کرانے والے کو بڑا گناہ گار کہتے ہیں۔؟

ایٹین ڈینیہ کی رائے مسیحیت کے بارے میں

مسیحیت میں خدا کا تصور ایک عمر دراز آدمی کا ہے جس پر ضعف اور بڑھاپے کے

تمام آثار ظاہر ہو چکے ہیں، اور اس کے چہرے کی لٹکی ہوئی جھریوں اور سلوٹوں اور اس کی

بسی سفید دڑھکی سے دلوں میں موت اور فنا کی یاد بیدار ہو جاتی ہے، اسی لئے ہم مسیحیوں کو
 'خدا کے لئے زندہ باد' کا نعرہ لگاتے سنتے ہیں اور یہیں تعجب نہیں ہوتا، ہمیں اس لئے
 تعجب نہیں ہوتا کہ جب ان کے عقیدے میں خدا بوڑھا ہو چکا ہے تو (خود بالشر) اس کی
 موت سے ڈر کر اس کی حیات کے لئے تو وہ دعا مانگیں ہی گے۔

اسی کے ساتھ بیٹے، ماں، ماں کے شوہر، صلیب، یسوع کے دل کے لئے دعائیں
 مانگی جاتی ہیں، اور ان کی ہزاروں تصویریں احترام و تقدس کے جذبات ظاہر کرتی ہیں اور
 وہ اسی طرح ان کے لئے مقدس ہیں، جیسا کہ بت پرستوں کے لئے ان کے بت۔
 ایسے ہی یہودی توحید کے دیوتا "یاہو" کی تصویریں بنائی جاتی ہیں جنہیں وٹیکین
 اور انجیل کے پرانے مصور نسخوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۲۔ وہ خدا اور انسانوں کے درمیان پادریوں کی وساطت اور مغفرت کے پروانوں
 کے بارے میں کہتا ہے کہ: یہ واسطے مذاہب کے لئے ایک مصیبت کہے جاسکتے ہیں، خواہ
 ان کے عقائد، اخلاص اور حسن نیت کا جو حال بھی رہا ہو، اسی لئے حضرت مسیح نے ہیکل
 کے دکانداروں کی ملامت کی تھی، اگرچہ ان کے متبعین نے ایسا نہیں کیا، آج اگر مسیح
 تشریف لائیں تو کیا ان ہیکل کے بنیوں کو نکال باہر نہ کریں؟ اس کے علاوہ اکثر بلاؤں،
 مصیبتوں بلکہ خونریزیوں کا سبب کیا یہ درمیانی واسطے ہی نہیں ہیں؟ خواہ وہ واسطے
 خاندانی ہوں یا قومی نوعیت کے، وہ سب خدا کی عظمت کے پرے میں سب کچھ کرتے ہیں۔

۳۔ وہ کلیسا کے تصرفات کے بارے میں کہتا ہے کہ: انہوں نے انجیل کی آیات،
 اس کے مطالب، اور امر و نہی کے احکام میں حضرت عیسیٰ کے مقصد اور ہدف کو نظر انداز

کر کے من مانے تصرفات کئے اور حضرت مسیح کے اس قول کا مفہوم نہیں سمجھ سکے کہ:

”میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش

ہوتا، لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے، اور جب تک وہ نہ ہوئے میں بہت ہی

تنگ رہوں گا، کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرنے آیا ہوں میں تم سے

کتنبوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں

مخافت رکھیں گے دو سے تین اور تین سے دو۔ باپ بیٹے سے مخافت رکھے گا

اور بیٹا باپ سے، ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے، ساس بہو سے اور بہو ساس سے“

(لوقا ۱۲: ۴۹-۵۳)

ڈاکٹر نظمی لوقا کے خیالات

۱۔ مسیحی عقیدہ کے بارے میں ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ: ”لم یلد ولم یولد“

ولم یکن له كفوا احد“۔ کا اسلامی نظریہ شرک کے لئے ایک چیلنج ہے، اور اہل کتاب

کے عقائد کے لئے بھی ایک صلاحی اعلان ہے، اس لئے کہ مسیح کے متبعین ان کی الوہیت

اور انبیت کے ساتھ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ خدا کا جوہر ایک لیکن اس کے تین

اقانیم ہیں، لیکن مسیح کے حواریوں کی بشارتوں میں اس کی کوئی تصریح نہیں کہ یہ خود مسیح کا

بھی عقیدہ تھا، بلکہ وہ اس کے برخلاف اپنے کو برابر ابن آدم ہی کہتے رہے، مسیح نے

ایک موقع پر وعظ فرماتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ خدا بندوں پر کس قدر مہربان ہے کہ وہ

فضا کے طیارے، جنگل کے جانوروں کو ان کی غذا بنائے ہوئے اور ان کے کھیتوں کو پھل پھول

سے زینت دیئے ہوئے ہے، اس لئے انھیں دنیا کی دولت و قوت اور زیب و زینت پر

اپنی ساری توجہ نہیں لگا دینی چاہئے، دلوں کو سادہ عقیدے کی طرف بلانا اور نمانص توحید کی دعوت دینا ضروری تھا، اسمیٰ نے ایک نیا دین، خاص توحید کا نظریہ لے کر آیا اور اس نے "لم یلد" کا جو نظریہ دیا وہ ایک عقل میں آنے والی بات ہے، کیونکہ جس کی اولاد نہیں تو وہ بھی کسی کی اولاد نہ ہوگا۔

"الشر سبحانہ تعالیٰ اپنی جنس و نسل کا ایک فرد ہو، ایسا نہیں، بلکہ اس کی نظیر و

مثال ہی ناممکن و محال ہے!"

۲۔ گناہ کفارہ اور صلیب کے بارے میں کہتے ہیں: "میر بھول سکتا ہوں لیکن وہ بھول اور گھبراہٹ نہیں بھول سکتا جو بچپن میں مجھ پر آدم کے گناہ اور جہنم کے روح فرسا حالات کو سن کر طاری ہوئی تھی جس میں تو ا کے مشورہ پر چلنے کے سبب آدمی داخل ہوگا، اور یہ کہ اگر مسیح اپنے پاک خون سے کفارہ نہ کرتے تو انسانیت کا انجام ہلاکت ہوتی، اسی طرح یسوع سے پہلے کے بھی لاکھوں انسانوں کے انجام پیرادل لڑھا کہ وہ کہاں ہوں گے اور ان کے گناہ کا کفارہ کسے بغیر انھیں کیوں گناہ کی حالت ہی میں موت دیدی گئی؟ اس عقیدہ کو دیکھتے ہوئے ایک ایسے عقیدے کا وجود بھی ضروری تھا، جو انسان کے کندھے سے لعنت کا یہ بوجھ اتارے اور اور انھیں اس عدالت کا سراغ دے جو مجرموں کے ساتھ بے گناہوں کو بھی بکڑتی، اور نہ باپ کا گناہ بیٹے پر لادتی ہے، بلکہ وہ بشریت کے لئے عزت و حرمت کی ضمانت دیتی ہے قرآن اس مسالہ کا تصفیہ کرتے ہوئے قصہ آدم کے سلسلے میں کہتا ہے:

"وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ثُمَّ اجْتَبَا زَوْجَهُ قَنَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ" (اور آدم نے

اپنے رب کی نافرمانی کی اور گمراہ ہوا، پھر اس کے رب نے اسے اپنا بنا لیا اور اسے توبہ اور ہدایت کی توفیق دی)

۲۔ ڈاکٹر نظمی لوقادین حق کے بارے میں لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ اس اسلامی عقیدہ کی قدر جو انسان کو موروٹی گناہ سے بری سمجھتا ہے..... وہی کر سکتا ہے جو عیسائیت کے موروٹی گناہ کے عقیدے کے سائے میں رہا ہے جو عقیدہ انسان کے تمام اعمال کو ندامت اور گناہ کے رنگ سے رنگ دیتا ہے؛ اور زندگی میں اس کا سلوک ایک متردداور شکی انسان کا جیسا ہوتا ہے، اور وہ ایک پراعتماد آدمی کی طرح قدم نہیں اٹھاتا کیونکہ موروٹی گناہ کے تصور نے اس کی کمر توڑ دی ہے۔

گناہ اور کفارہ کا یہ ظالمانہ عقیدہ زندگی کے تمام سرچشموں کو زہر آلود کر دیتا ہے اس بوجھ سے انسانوں کو نجات دلانا انسان پر سب سے بڑا احسان کہا جاسکتا ہے اور وہ اس میں نئی زندگی اور نئی روح پھونکنے کے مترادف ہے، انسان کو بری قرار دے کر اس کے اندر اعتماد و اعتبار کا جذبہ پیدا کرنا انسان کو ذمہ دار بنا دینا ہے، دنیا کے تمام انسان عظمت انسانیت اور احترام آدمیت میں برابر کے شریک اور امت واحدہ ہیں، جیسا کہ سورہ انبیاء میں مذکور ہے:

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ - (الانبیاء ۶-۹۲)

تمہاری امت، ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو تم میری عبادت کرو۔



مسیحیت

انجیل برنابا کی روشنی میں

۱۔ عقیدہ

برنابا اپنی انجیل کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”کچھ آیات کو شیطان نے مدعیانِ تقویٰ اور داعیانِ شرک کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، جیسے وہ مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے اور ختنہ کے خدائی حکم کو ترک

کرتے ہیں۔“

اس سے برنابا کا مسیحیت سے اختلاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ مسیح کو ابنِ اللہ

نہیں مانتے، برنابا اپنی انجیل کے سترویں باب میں اس عقیدہ پر اور اصرار کرتے ہیں:

”مسیح نے کہا میرے باپ سے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس پر پطرس نے کہا

آپ مسیح ابنِ اللہ ہیں تو اس وقت مسیح غضبناک ہو گئے، اور انھیں ڈانٹتے ہوئے کہا

یہاں سے دور ہو جاؤ اس لئے کہ تمہیں شیطان ہو اور تم میرا برا چاہتے ہو۔“

وہ فصل ۹۳ کے اخیر میں کہتے ہیں:

”کاآن نے یسوع“ کے جواب میں کہا: تحقیق یہودیہ تیری نشانیوں اور تعلیم کے سبب سے بے چین ہو گئی ہے، وہ سب آدمی کھلے طور سے کہہ رہے ہیں کہ تو ہی خدا ہے پس میں قوم کی وجہ سے مجبور ہوا کہ رومانی عاکم اور بادشاہ ہیرودس کے ساتھ یہاں تک آؤں پس ہم اپنے تہ دل سے تجھ سے امید کرتے ہیں کہ تو اس فتنہ کو جو تیرے ہی سبب برپا ہوا ہے فرو کرنے پر راضی ہوگا، اس لئے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ تو ہی اللہ ہے، اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ تو اللہ کا بیٹا ہے، اور ایک اور فریق کہتا ہے کہ تو نبی ہے، یسوع نے جواب میں کہا اور اے کاہنوں کے سردار تو نے ہی کیوں نہیں فتنہ کو فرو کیا؟ کیا تو بھی دیوانہ ہو گیا، کیا نبوتیں اور اللہ کی شریعتیں سب ملیا میٹ ہو گئیں اے بد بخت یہودیہ جسکو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے، اور جبکہ یسوع نے یہ کہا وہ لوٹا اور دوبارہ کہا ”بے شک میں آسمان کے سامنے گواہی دیتا ہوں اور ہر ایک زمین پر رہنے والے کو گواہ بنانا ہوں کہ تحقیق میں ان سب باتوں سے بے تعلق ہوں جو لوگوں نے میری نسبت کہی ہیں کہ میں (یسوع) انسان سے بڑھ کر ہوں، اس لئے کہ میں ایک انسان ایک عورت کے بطن سے پیدا ہوا ہوں اور اللہ کے حکم کا نشان ہوں مثل تمام دیگر آدمیوں کے زندگی بسر کرتا ہوں عام تکلیف کا نشانہ بن کر قسم ہے اللہ کی جان کی وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں اتادہ ہوگی اے کاہن تو نے فی الواقع اس بات کو کہہ کر بہت بڑی خطا کی ہے، اللہ اس مقدس شہر پر مہربانی فرمائے تاکہ اس پر کوئی بڑی آفت اس گناہ کی وجہ سے نہ آئے۔“

۲۔ صلیب کے بارے میں

تب الشرنے ایک عجیب کام کیا، پس یہود، بولی اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا، یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے، اسی طرح کچھ لوگوں نے مسیح کو جھوٹا نبی سمجھ کر مسیحیت سے توبہ کر لی، اس لئے کہ ان کے خیال میں مسیح کو دنیا کے خاتمہ کے وقت یہاں سے جانا چاہئے تھا..... (یسوع نے تیسرے دن دوبارہ آسمان سے آنے کے بعد کہا) اور اس نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ یسوع مر کر پھر جی اٹھا ہے یہ کہنے ہوئے آیا تم مجھ کو اور الشردونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو؟ اس لئے کہ الشرنے مجھے ہبہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں، بلکہ یہودا خائن مرا ہے، تم ڈرتے رہو اس لئے کہ شیطان اپنی طاقت بھر تم کو دھوکہ دینے کا ارادہ کرے گا لیکن تم تمام اسرائیل اور ساری دنیا میں ان سب چیزوں کے لئے جن کو تم نے دیکھا اور سنا ہے، میرے گواہ رہو!

یہ برنابا کی صراحت اور وضاحت تھی، اب اس سے متعلق کچھ چیزیں پیش کی جاتی ہیں:

اول: انجیل یوحنا سے یہ وضاحت کہ خود مسیح کا کہنا تھا کہ میں اپنے باپ یا رب الناس کی طرف جا رہا ہوں۔

لے انجیل برناباس (اردو) ۲۹۷ و ۳۰۷۔

ثانی: رسالہ اعمال سے جس کا کاتب قبرص والوں کو برنا با اور پوس کی خدائے تعالیٰ کے لئے نصیحت نقل کرتا ہے، اس لئے کہ ان دونوں نصوص میں برنا با کی ان باتوں کی تائید ملتی ہے، جو انھیں مسیح علیہ السلام کے زمانہ ہی میں معلوم ہو گئی تھیں، پھر اس کے بعد انجیل یوحنا کی ایک عبارت بھی درج ہوگی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ انجیل یوحنا کے کاتب کا عقیدہ ہے، حضرت مسیح کی اس کے بارے میں کوئی تصریح نہیں۔

- ۱۔ "یسوع نے اس (مریم) سے کہا مجھے نہ چھو کیونکہ میں اب تک باپ کے پاس اوپر نہیں گیا لیکن میرے بھائیوں کے پاس جا کر ان سے کہہ کہ میں اپنے باپ اور ان کے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں" (یوحنا ۲۰: ۱۸)
- ۲۔ "پس وہ روح القدس کے بھیجے ہوئے سلوکیہ کو گئے اور وہاں سے جہاز پر کپرس (قبرص) کو چلے اور سلمیس میں پہنچ کر یہودیوں کے عبادت خانوں میں خدا کا کلام سنانے لگے اور یوحنا ان کا خادم تھا..... لوگوں نے پوس کا یہ کام دیکھ کر کا ائینہ کی بولی میں بلند آواز سے کہا کہ آدمیوں کی صورت میں دیوتا اتر کر ہمارے پاس آئے ہیں..... جب برنا با اور پوس رسولوں نے یہ سنا تو اپنے کپڑے پھاڑ کر لوگوں میں جا کوڑے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ لوگو تم یہ کیا کرتے ہو؟ ہم بھی تمہارے ہم طبیعت انسان ہیں اور تمہیں خوشخبری سناتے ہیں تاکہ ان باطل چیزوں سے کنارہ کر کے اس زندہ خداوند کی طرف پھر جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور وہ جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا اس نے اگلے زمانے میں سب قوموں کو اپنی اپنی راہ چلنے دیا تو بھی اس نے اپنے آپ کو بے گواہ نہ چھوڑا۔"

ان نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ حقیقت کا صحیح سراغ انجیل برنابا ہی سے مل سکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ چیز بڑے اہتمام اور توجہ کی طالب ہے، یہاں یہ بھی بتانا مناسب ہوگا کہ عقیدہ تثلیث کا موجود یوحنا ہے، چنانچہ انجیل یوحنا میں ہے:

”اور یسوع نے اور بہت سے معجزے شاگردوں کے سامنے دکھائے جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر

اس کے نام سے زندگی پاؤ: (۳۱:۳۰:۲۰)

اسی سبب سے برنابا نے اپنی انجیل لکھی جیسا کہ وہ اس کے مقدمہ میں کہتے ہیں:

”جو لوگ گمراہ ہوئے ان میں پولس بھی ہے جس کا ذکر مجھے فسوس کے ساتھ کرنا

پڑتا ہے، اور اسی سبب سے یہ حقیقت لکھ رہا ہوں جس کا میں نے مشاہدہ

کیا ہے“

یہیں سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اناجیل اربعہ اور انجیل برنابا میں مسیحی مذہب و عقیدہ کے بیان میں بہت زیادہ فرق و اختلاف موجود ہے، جسے ان نکات میں متعین کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اناجیل اربعہ میں تین اقانیم کا ذکر ہے، جبکہ برنابا کے سہل و سادہ عقیدے میں

خدا کو رب العالمین اور خالق ارض و سما کہا گیا ہے۔

۲۔ اناجیل اربعہ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہتی ہیں، اور برنابا انھیں خدا کا نبی کہتے اور

اسی پر زور دیتے ہیں، اور پولس کی تحریفات پر اپنا صدمہ اور فسوس ظاہر کرتے ہیں،

اور اس کی تصحیح کے لئے انجیل لکھتے ہیں۔

۳۔ اناجیل اربعہ میں حضرت عیسیٰ پھانسی پا گئے، مگر برنابا کہتے ہیں کہ انھیں پھانسی

میں ملایہ دو سو اکیس فصلوں اور ۲۲ ابواب میں منقسم تھا، اور اس کے ۴۲۰ صفحات تھے، یہ نسخہ شہر ہدی (ہمپشائر) کے ڈاکٹر ہلم سے مشہور مستشرق سیل نے اڑایا، اور سیل کے بعد یہ کتاب ڈاکٹر منک ہوس کو ملی، جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے کوننس کالج کا ایک ممبر تھا، اس نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر ڈالا اور ۱۷۸۴ء میں یہ ترجمہ مع اصل ڈاکٹر ہیوٹ نامی ایک پروفیسر کی نذر کر دیا، ہسپانوی ترجمہ کے آغاز میں جو عبارت ہے، وہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ ایتالی زبان کے نسخے کا ترجمہ ہے اور اس کا مترجم ایک ارقغانی مسلمان مصطفیٰ العزندی ہے پھر ایک یہاں اور بھی ہے جس میں مترجم نے ایتالی نسخہ کو دریافت کرنے والے کا قصہ لکھا ہے، یہ شخص ایک لاطینی راہب فرامرنیو تھا، کہا جاتا ہے کہ فرامرنیو کو ابرینا لوس کے رسائل ہاتھ لگے تھے جن میں ایک رسالہ ایسا بھی تھا، جو سینٹ پولس کی قلعی کھولتا تھا، ابرینا لوس نے یہ کارروائی سینٹ برنباؤس کی انجیل کی سند سے کی تھی، فرامرنیو کو اس وقت سے اس انجیل کے دیکھنے کا سخت شوق دامن گیر ہوا، اتفاق سے وہ کچھ زمانے کے لئے پوپ سکٹس پنجم کا مقرب خاص ہو گیا تھا اور اسی اثنا میں ایک دن وہ پوپ مدوح کے ساتھ اس کے کتب خانے میں گیا، یہاں آکر تقدس مآب پوپ پریند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے فرامرنیو کے دل میں خیال آیا کہ کتاب دیکھنے میں وقت کاٹے حسن اتفاق سے فرامرنیو کا ہاتھ سب سے پہلے جس کتاب پر پڑا وہ برنباؤس کی انجیل تھی، اس نے نوراً اس کو اپنے سپراہن میں چھپایا اور پوپ سے اجازت لے کر گھرا گیا، اور اس انجیل کے مطالعہ ہی کے سبب وہ مشرف باسلام ہو گیا۔

یہ روایت اور پروفیسر ہیوٹ کے لکچروں کا اقتباس ہی ہسپانوی نسخہ کا وجود بتاتے ہیں، اس کے بعد پھر کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ نسخہ کیا ہوا، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر منک ہاؤس نے اس کا ترجمہ کر کے اسے ڈاکٹر ہیوٹ کی نذر کر دیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اطالوی نسخہ اور ہسپانوی نسخہ کیا ایک ہی ہیں؟ تو قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی ہیں، اٹھارہویں صدی کے شروع میں یورپ میں انجیل برنباس کا شہرہ ہوا اور عرصے تک اختلاف آرا برپا رہا۔

(اطالوی نسخے کے حاشیے پر جو غلط سلطاعتی میں بے جوڑ عبارتیں ملتی ہیں) اس کے بارے میں مرگوئیٹھ کا کہنا ہے کہ:

لامونی ان حواشی کی عبارت کو صحیح اور درست خیال کرتا ہے، لیکن ویش

جیسے عالم کی نظر اس بات سے نہیں چوکی اور اس نے ان عبارتوں کی ترکیب

سفیم اور ان میں غلطیوں کی بھرمار ہونے کا اظہار کر ہی دیا ہے۔

یہ حاشیے غور و تامل سے دیکھے جائیں تو ان میں سے بعض کی عبارت صحیح اور اسلوب

درست نظر آئے گا لیکن نقل کرنے والے قلم نے اسے بگاڑ ڈالا اور خوب مسخ کیا ہوگا اس طرح

یہ معلوم ہوتا ہے کہ وائنا کا نسخہ کسی اور نسخے کی نقل ہے ماہرین تحریر نے اس کی لکھاوت دیکھ کر

کہا ہے کہ یہ کسی اطالوی کے قلم سے لکھا گیا ہے، اور اس نے اسے سولہویں یا سترہویں صدی کے

... شروع میں لکھا ہے، اور گمان غالب ہے کہ اس کا اصل نسخہ طسکانی زبان کا ہوگا یا اطالوی

زبان کا یہ لانسٹیل راگ اور لوراراگ کا خیال ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ نسخہ تقریباً ۱۵۷۵ء

میں نقل کیا گیا ہے، اور احتمال ہے کہ ناقل فرامرنیو ہو، ان کا یہ مزید کہنا ہے کہ بہر حال اس کی

اصل خواہ کچھ بھی ہو، ہم کو یہ یقین کرنا ممکن ہے کہ برنباس کی ایتالی زبان کی کتاب ایک نشانی

۱۵۷۵ء کے انگریزی کلیسا کا نائب مطران تھا خلیل سعادت نے عربی ترجمہ انہی کے انگریزی ترجمہ سے کیا تھا

ان لوگوں نے اپنا انگریزی ترجمہ اصل اطالوی نسخہ کے ساتھ مطبع کلارنڈن (اکسفورڈ) سے شائع کیا تھا،

خلیل سعادت کا عربی ترجمہ ۱۹۰۸ء میں قاہرہ سے شائع ہوا۔

کتاب ہے، خواہ اسے کسی کا ہن نے لکھا ہو یا دہری و اہرب نے یا کسی عام آدمی نے مگر یہ ایسے شخص کے قلم سے نکلی ہے جو لاطینی توراہ کا دیساہی واقف تھا، جیسا کہ ڈانٹے اور یہ کہ وہ ڈانٹے ہی کی طرح زبور کی بھی ایک خاص واقفیت رکھتا ہے، یہ انجیل ایسے شخص کی تصنیف ہے جو بہ نسبت اسلامی دینی کتابوں کے مسیحی کتب دینیہ کا بہت بڑا ماہر اور عالم تھا اس لئے گمان غالب یہ ہے کہ وہ عیسائیت سے مرتد ہو گیا ہوگا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس انجیل کا مصنف ڈانٹے کے بعد ہوا ہے اور اس نے جنت وغیرہ کی تشریحیں ڈانٹے سے اخذ کی ہیں، اس اعتبار سے برنباس کا ظہور چودھویں صدی عیسوی میں ہوا ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ برنباس نے جہنم کی نسبت جو کچھ کہا ہے وہ ڈانٹے کے بیان سے ملتا ہے تو محض تعداد کے بارے میں نہ کہ کسی اور حیثیت سے، لہذا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ برنباس اور ڈانٹے دونوں کا کوئی اور قدیم ماخذ ہو جو یونان کا علم الاصل نام ہو سکتا ہے۔

سرسری نظر میں علماء کو خیال گزرا کہ اطالوی نسخہ کسی اصل عربی نسخہ سے ماخوذ ہے، سب سے پہلے یہ بات کر میر نے کہی اس نے ڈیوک یوجین ساڈمی کو یہ اطالوی نسخہ نذر کرتے ہوئے اس کی تمہید میں لکھا تھا کہ یہ انجیل کسی محدی (مسلمان) کی تالیف اور عربی سے اطالوی میں ترجمہ ہے یا کسی اور زبان سے، کر میر کے اس خیال سے لامونی بھی متفق ہے، وہ کہتا ہے کہ "بیرن بوہنڈراف نے مجھے ایک کتاب دکھائی جس کے متعلق مسلمانوں کا خیال ہے کہ وہ برنباس کی انجیل ہے، مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے عربی سے ایتالی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔"

یہ عجیب بات ہے کہ مشہور مسلمان تذکرہ نویسوں اور مصنفین کی کتابوں میں اس انجیل کا

کہیں ذکر تک نہیں اور قدیم و جدید زبانوں کے تمام مسلمان مؤرخ اس بارے میں قطعاً لاعلم نظر آتے ہیں حتیٰ کہ خاص وہ لوگ جن کا کام ہی دینی مباحثہ و مجادلہ تھا وہ بھی اس انجیل کا کہیں تذکرہ نہیں کرتے حالانکہ انجیل برنباس ان کے لئے بہت مفید ہو سکتی تھی۔۔۔۔۔ میری

راے یہ ہے کہ اس کا مصنف اندلس کا کوئی یہودی ہے جس نے پہلے عیسائی ہو کر بعد کو دین اسلام قبول کر لیا ہوگا، انجیل برنباس کے پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مصنف بھی عہد قدیم کے اسفار (صحائف) کا ایسا بے مثل عالم ہے کہ خاص عیسائی فرقوں میں بھی ایسے بہت کم افراد نکلتے ہیں، اور یہ بات مشہور ہے کہ اندلس کے اکثر یہودی عربی زبان و ادب میں کمال حاصل کرتے تھے اس لئے وہ قرآن شریف اور حدیث نبوی کے عالم بھی ہو سکتے تھے۔

پھر یہ کہ انجیل برنباس میں بہت سی تالمودی روایات بھی پائی جاتی ہیں، جن کو ایک یہودی کے سوا کسی اور مذہب کا شخص مشکل جان سکتا ہے، مگر بعض محققین کا خیال ہے کہ جس دور میں یہ انجیل ظاہر ہوئی وہ ایطالی ہے، اور قرون وسطیٰ کا تقریباً ابتدائی دور اور اس انجیل کا مؤلف بھی ایطالی اور اسی زمانے کا کوئی آدمی ہے۔

تاریخ میں پوپ گلاسیوس اوں کے ایک حکم کا تذکرہ ہے جس نے ۶۴۵ء میں پوپ کے تخت پر جلوس کیا تھا، یہ حکم ایک فرمان ہے، اور اس میں ان کتابوں کا نام گنا یا گیا ہے، جن کا مطالعہ ممنوع ہے ان میں انجیل برنباس کا وجود پیغمبر اسلام کے ظہور میں آنے سے مدتوں پہلے معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ بعض علماء کی راے یہ ہے کہ پوپ گلاسیوس کا وہ فرمان جس کا ذکر کیا گیا ہے، سرتاپا جعلی ہے، اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں بھی یہی کہا گیا ہے، اس کے علاوہ ایک انجیل اغسطی نامی اور بھی تھی جس کا اب کہیں نام و نشان نہیں ملتا، اس انجیل کا آغاز ایک مقدمہ سے ہوتا تھا، جس میں سینٹ پولس کی خوب درگت بنائی

کئی تھی، اور اسی قسم کا ایک خاتمہ بھی اس انجیل میں تھا، یہ انجیل بتاتی تھی، کہ حضرت مسیح کی وادت بغیر کسی تکلیف کے ہوئی تھی، اور چونکہ یہ باتیں انجیل برنبا میں ہیں، اس لئے احتمال ہوتا ہے کہ انجیل اغنسطی اس انجیل کی اصل ہو اور یہ کہ کسی یہودی انجیل اغنسطی کا کوئی یونانی یا لاطینی نسخہ چودہویں یا پندرہویں صدی میں پایا اور اسے اس قالب میں ڈھال دیا۔

استاذ رشید رضا مصری کا دیباچہ

دین عیسوی کے تمام مؤرخ اس پر متفق ہیں کہ عیسائیت کی ابتدائی صدیوں میں حضرت مسیح کی بہت سی انجیلیں پائی جاتی تھیں، مگر کلیسائی پیشواؤں نے ان میں سے صرف ۴ کو مستند مانا اور باقی کو ترک کر دیا انھیں اناجیل میں برنبا کی انجیل بھی ہے، برنبا کی حضرت مسیح کے خاص مددگاروں اور حواریوں میں ہیں جن کو مقتدرایان کلیسا رسول کے لقب سے یاد کرتے ہیں، پوس رسول ایک زمانے تک انہی کے ساتھ رہے، بلکہ انہی برنبا نے مسیح کے شاگردوں کو پوس کی ہدایت پانے اور یروشلم واپس آنے کے بعد اس سے واقف اور روشناس کرایا۔

انجیل برنبا کے بارے میں (یورپ کے دانشوروں نے) فرض کر لیا ہے کہ یہ انجیل کسی مسلمان کی تالیف کردہ ہے، اور اس کے بعد مصنف کو متعین کرنے کے بارے میں حیرت کا اظہار کرتے ہیں، ڈاکٹر خلیل سعادت اس کا مصنف کسی اندلسی یہودی کو بتاتے ہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب کو یہ خیال نہ رہا کہ انجیل برنبا کا مؤلف عہد قدیم و جدید کی کتابوں میں بعض ایسی باتوں کی موجودگی کا بھی حوالہ دے گیا ہے جن کا قرون وسطیٰ کی کتابوں میں

کہیں نام و نشان نہ تھا۔ کیونکہ آخر وہی کتابیں تو ہیں، جو آج ہمارے سامنے موجود ہیں، چنانچہ برنباس کا یہ حوالہ دینا کہ "موشع اور حجتی" کا قصہ کتاب دانیال میں موجود ہے، اس قسم کا حوالہ ہے کہ ان دونوں کتاب دانیال میں کہیں نہیں ملتا، اسی طرح مصنف بعض اوقات چند دیگر مسائل میں عہد عتیق و جدید کی کتابوں سے مخالفت کرتا گیا ہے اور ڈاکٹر سعادت نے اس پر بھی کوئی توجہ نہیں فرمائی۔

ڈاکٹر سعادت کی ایک دلیل یہ ہے کہ انجیل برنباس کے بعض مباحث کا قرآن و حدیث کے موافق ہونا بتاتا ہے کہ اس کا مصنف ان سے باخبر تھا، لیکن وہ اس کو بھولتے ہیں کہ ہر چیز جو کسی دوسری چیز کے موافق ہو، اس سے ماخوذ بھی ہو، ورنہ توراہ کو حمورابی کی شریعت سے ماخوذ ماننا پڑے گا، علاوہ ازیں اس انجیل کے بیشتر مباحث ایسے ہیں، جن کو ایک مسلمان بھی نہیں جانتا تھا، اور اس کی عبارت کا ڈھنگ بھی مسلمانوں کے طرز عبارت سے عموماً اور عربوں کے انداز بیان سے بالکل دور ہے، پھر کون ایسا مسلمان ہے جو خدا کا نام لیتے ہوئے اس کی شانہ کرے گا اور انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے ان پر درود نہ بھیجے گا، اور ملائکہ کا نام لے گا تو ان ناموں کے علاوہ جو قرآن شریف اور حدیث نبوی میں ان کے لئے آئے ہیں، انھیں دوسرے ناموں سے یاد کرے گا۔؟

اب رہے وہ عربی حاشے جو ایطالی نسخے پر پائے جاتے ہیں، ان کی نسبت احتمال ہے کہ خود راہب فرامنیو کے لکھے ہوئے ہوں گے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قبول اسلام نے اس کو عربی سیکھنے کی رغبت دلائی ہو، اور اس نے اتنی معلومات حاصل کر لی ہوں کہ چند جملوں کا ایسی ٹوٹی پھوٹی عبارت میں ترجمہ کر سکے جس پر عجیبیت غالب ہو، ان حواشی کو کسی مسلمان کی تخریر بتانا ایک ایسی غلطی ہے، جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی، اس کے سوا اندس کے

مسلمان علما تک اس انجیل سے آگاہ نہ تھے، چنانچہ ڈاکٹر مارگو لیتھ نے اس کی پوری تحقیقات کی ہے اور کہا ہے کہ عیسائیت کی تردید کرنے والے مسلمانوں نے اپنی کتابوں میں اس انجیل کا کہیں ذرا تک نہیں کیا ہے، ورنہ اندس کا نامور مسلمان عالم ادیان ابن حزم اور ایشیا (دمشق) کا امام یگانہ ابن تیمیہ (جو مغرب و مشرق میں سب سے بڑھ کر وسیع الاطلاع مسلمان علما تھے، جیسا کہ ان کی کتابوں سے عیاں ہوتا ہے) ان دونوں نے کیوں اس انجیل کا ذکر اور عیسائیوں کی تردید کرتے ہوئے کیوں اس سے استناد نہ کیا ہوتا؟

کہا جاتا ہے کہ اس انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کھلم کھلا لیا گیا ہے، وہ کتنے بڑے اس کا ظہور اسلام سے پہلے لکھا جانا عقل قبول نہیں کرتی کیونکہ پیشگوئیاں اشاروں کنایوں میں ہوتی ہیں، لیکن وحی کے ذریعہ یہ بات سچا بھی نہیں۔

شیخ محمد بیرم مصری عالم نے ایک انگریزی سیاح سے روایت کی ہے کہ اس نے وٹیکن کے بپا کے کتب خانے میں حمیری خط میں ایک انجیل کا نسخہ دیکھا ہے، جو بعثت نبوی سے پہلے کا لکھا ہوا ہے، اس انجیل میں مسیح فرماتے ہیں کہ "وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وٹیکن میں ان قدیم اناجیل اور کتب کا جو قرون اولیٰ میں ممنوع قرار دی گئی تھیں کچھ ایسا ذخیرہ باقی ہے، جس سے انجیل برنباس کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اطالوی مترجم نے اپنی طرف سے لفظ محمد کی صراحت کر دی ہو جو اشاروں میں بتایا گیا ہو۔

"المقطف" مصر کے عیسائی اڈیٹر کے خیال میں انجیل برنباس کی کوئی اصل ضرور ہے، مارگو لیتھ بھی کسی مسلمان کو اس کا مصنف نہیں مانتا اور نہ اسے عربی الاصل سمجھتا ہے۔

رسولوں کے اعمال و خطوط

انا جبیل اربعہ کے بعد انجیل برنابا کے سوا جنہیں کلیسا مسیحیت کا ماخذ سمجھتا ہے، رسولوں کے اعمال اور خطوط کی اہمیت ہے، وہ ان مسیحی تعلیمات کا ماخذ ہیں، جو مذہب کی تشکیل اور واجبات کی تعیین کرتی اور رسوم و شعائر اور دینی آداب کو واضح کرتی ہیں، مسیحیت پر بحث کے لئے ہم ان کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے:

(۱) معنی (۲) عدد (۳) تدوین کی زبان (۴) ان کے کاتبین (۵) ان کی دینی حیثیت۔

۱۔ رسائل کے معنی

رسولوں کے اعمال "کلیسا کی اصطلاح میں" تعلیمی رسالے "کہے جاتے ہیں" اس لئے کہ وہ حضرت مسیح کی زندگی کی تشریح و توضیح، عملی لحاظ سے کرتے ہیں، جبکہ انجیلیں صرف حضرت مسیح سے متعلق قصوں کی حیثیت رکھتی ہیں، اس طرح ان کا

تعلق ماضی کی ایک داستان سے ہے، البتہ اس میں تقدس کا ایک رنگ بھی ہے، لیکن یہ رسائل حرکت و عمل سے تعلق رکھتے ہیں اور واجب و فرض کی تعلیم دیتے ہیں، گویا وہ مسیحیت کا وہ نظام عمل ہے، جسے ایک مسیحی کو اپنے حال اور مستقبل میں عملاً اپنانا ہوتا ہے، اسلہمیت کے سبب یہ رسائل مسیحیت کا ایک بڑا ذخیرہ بن جاتے ہیں۔

رسائل کی تعداد

ان رسائل کی تعداد ۲۳ بتائی جاتی ہے، جن کی تفصیل اس طرح بتائی جاتی ہے:

۱۔ رسولوں کے اعمال (جسے نوقا صاحب انجیل ثالث نے لکھا ہے)

۲ تا ۱۴۔ وہ خطوط جنہیں پوس نے مختلف شہر کے لوگوں کے نام لکھا جن کے نام یہ ہیں:

روم، کرنتھی، کلنی ایسی، فلپی، کورنتھی، تھیلینک، تیمتھی، ططس، فلیمون، عبرانی، پھر سولہواں خط یعقوب نے، سترہواں، اٹھارہواں پطرس نے۔

۱۹ تا ۲۱۔ یوحنا نے، بائیسواں یہوداہ نے لکھا۔ نمبر ۲۲ پر یوحنا مارون کا مکاشفہ

ہے، جسے "نبی کی کتاب" بھی کہا جاتا ہے، اس کا مقصد و منہاج سابقہ رسالوں سے

مختلف ہے، اس لئے کہ اس میں حضرت عیسیٰ کی الوہیت سلطنت بیان ہوئی ہے، جبکہ دوسرے

رسائل و عطا عبادت کے قصوں اور دینی سبق پر مشتمل ہیں۔

رسالہ یوحنا میں الوہیت مسیح کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ مسیح کو کلیسا، ارباب کلیسا

اور اس کے مستقبل کا علم بھی ہے اس میں کبھی خدا کو ایک بوڑھے کی شکل میں دکھایا گیا ہے،

جو مسیح کا ہم شکل ہے، اور اپنے سینے پر ایک سونے کا تپکا باندھے ہوئے ہے اس کی آنکھیں

شعلے کی طرح ہیں، اس کے ہاتھ میں سات ستارے اور ایک دودھاری تلوار ہے، اور

کبھی مسیح کو ایک مذبح بھیر کی شکل میں بتایا گیا ہے جس کی رسات سنگین اور سات آنکھیں
ہیں۔ (اصحاح ۱۵)

تحریر کی زبان اور اس کے لکھنے والے

تاریخ رسائل کے ماہرین کی رائے ہے کہ یہ رسائل جس زبان میں لکھے گئے تھے،
وہ یونانی زبان تھی، ان رسائل کو چھ اشخاص نے لکھا تھا، (۱) لوقا (۲) یوحنا،
(۳) پطرس (۴) یعقوب (۵) یوزا (۶) پولس۔ لوقا اور یوحنا کے
بارے میں پہلے بتایا جا چکا ہے، پطرس حواریوں میں سے تھا، اس کا اصلی نام سمعان
تھا، اس کا پیشہ ماہی گیری تھا، حضرت مسیح کے بعد وہ انطاکیہ اور رومیہ میں مسیحی بشر
اور مبلغ کے طور پر گیا تھا، اس کا انجام یہ ہوا کہ نیرو کے مظالم کا شکار ہوا، پھانسی کی سزا
سنائی گئی تو اس نے درخواست کی کہ اسے اٹلاٹکا کر پھانسی دی جائے تاکہ مسیح کی صلیب
کے مشابہ نہ ہو۔

صاحب مروج الاخبار فی تراجم الابرار کا یہ کہنا قابل غور بات ہے کہ یہ اور
اس کا شاگرد امرقس الوہیت مسیح کے منکر تھے۔

یعقوب - یوحنا بن فریدی کا بھائی تھا، جو حواری تھے، اور شکار پیشہ مسیحی اہل قلم
کا کہنا ہے کہ یعقوب بھی اپنے بھائی کی طرح حواری تھے، اور وہ یروشلم کے پہلے پوپ
(اسقف) مقرر ہوئے تھے۔

تاریخ الامۃ القبطیۃ۔ کا ان کے مرتبہ کے بارے میں بیان ہے کہ: وہ
اپنی طہارت و نظافت کے لئے اتنے مشہور تھے کہ ان کا نام ہی "نیک یعقوب" پڑ گیا،

ان کا انجام یہ ہوا کہ یہودیوں نے سنگسار کر کے ہلاک کر دیا، انھیں یہ سزا سنائی گئی یا سنائی گئی۔

یہوذا کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ یہوذا اسخریوطی تھا، جس نے مسیح کو گرفتار کرایا تھا یا کوئی اور ہے؟

انجیل متی میں یہوذا کا ذکر تداوس کے نام سے ہوا ہے، برنابا کا کہنا ہے کہ وہ اسخریوطی نہیں بلکہ دوسرا شخص ہے، کچھ لوگ اسے یعقوب کا چھوٹا بھائی مانتے ہیں اس طرح زبدی صیاد کے تین بیٹے ہوتے ہیں، (۱) یوحنا حواری (۲) یعقوب حواری (۳) اور یہوذا۔ اگرچہ متی نے یوحنا اور یعقوب ہی کا نام لیا اور کہا ہے کہ زبدی کے یہی دو بیٹے تھے، اس نے یہوذا اور اس کے بلا د عجم میں مرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس لئے یہوذا کی شخصیت تحقیق کی محتاج رہ جاتی ہے کہ وہ کون تھا؟

پولس۔ کی شخصیت مسیحی تاریخ میں بہت اہم سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ شروع میں تو اس کی زندگی مسیحیت کے نشاں نہیں معلوم ہوتی لیکن بعد میں وہ مسیحی علوم کا شارح اور عبادات و رسوم اور کلیسائی نظام کا معلم بن کر سامنے آیا خصوصاً دینی رسوم و تقریبات کے سلسلے میں عرف اس پر اعتماد کیا جاتا ہے خود اس کا کہنا ہے کہ:

”میں ایک یہودی تھا، طرسوس کیلکے میں میری ولادت ہوئی لیکن میری

پرورش اس شہر (یروشلم) میں ہوئی“ (اعمال: ۲۲)

لیکن ۲۳ میں اصحاح میں ہے کہ:

”جب پولس نے یہ معلوم کیا کہ بعض صدوقی ہیں، اور بعض فریسی تو

عدالت میں پکار کر کہا کہ اے بھائیو! میں فریسی اور فریسیوں کی اولاد ہوں،
مردوں کی امید اور قیامت کے بارے میں مجھ پر مقدمہ ہو رہا ہے۔“

(اعمال ۲۳: ۷)

اصحاح ۲۲: ۲۶ میں ہے:

”تولیٹن کے سردار نے حکم دے کر کہا کہ اسے قلعہ میں لے جاؤ اور کوٹے
مار کر اس کا اظہار لو۔ تاکہ مجھے معلوم ہو کہ وہ کس سبب سے اس کی مخالفت
میں یوں چلاتے ہیں، جب انہوں نے اسے تسموں سے بانڈھ لیا، تو پولس
نے اس صوبہ دار سے جو پاس کھڑا تھا کہا کہ کیا تمہیں روا ہے کہ ایک وی آدمی
کے کوڑے مارو اور وہ بھی قصور ثابت کئے بغیر۔“

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پولس کو رومی، فریسی، یہودی یا کیا سمجھا جائے؟
اس کی قومیت کا تعین ایک اہم معاملہ ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بارے میں خود پولس
کے اقوال میں تضاد کیوں ہے؟

پولس اور مسیحیت

۱۔ پولس شروع میں مسیحیت کا سخت مخالف اور مسیحیوں کی ایذا رسانی میں سب سے
آگے تھا، یہ تفصیلات ”رسولوں کے اعمال“ میں موجود ہیں جیسے یہ ہے کہ:
”اور شاؤل (پولس) جو ابھی تک خداوند کے شاگردوں کو دھمکانے
اور قتل کرنے کی دھن میں تھا، سردار کاہن کے پاس گیا۔“ (۱: ۹)
دوسری جگہ ہے:

”اس نے یروشلم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب

اس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے“ (۲۷:۹)

۲۔ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس (شاؤل) کو پھر مقدس مان لیا گیا:

”جب وہ سفر کرتے کرتے دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ یکایک آسمان

سے ایک نور اس کے گرد آچکا، اور وہ زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی کہ اے

شاؤل اے شاؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ اس نے پوچھا اے خداوند!

تو کون ہے؟ اس نے کہا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے، مگر اٹھ شہر میں جا

اور جو تجھے کرنا چاہئے وہ تجھ سے کہا جائے گا“ (اعمال ۹: ۴-۶)

یہاں قاری کو ایک خلا محسوس ہوگا کہ پولس مسیحیت کے دشمن سے مسیحیت کا بنی

کیسے بن گیا؟ اور جس چیز کا وہ مخالف تھا، اب اسی کا مصدر و ماخذ کیسے ہو گیا؟ کیا

خدا نثر پسندوں میں سے کسی کو بنی بناتا اور اپنے دین کے دشمنوں کو یہ اعزاز بخشتا ہے؟

اس کے علاوہ عقلاً بھی یہ بات نہیں سمجھ میں آتی کہ کوئی شخص عداوت سے محبت کی

طرف یکبارگی ایسی جست لگا سکتا ہے، اور مخالفت چھوڑ کر اس دین پر ایمان لاسکتا

ہے، چہ جائیکہ اس عقیدہ کا رکن رکین اور مضبوط ستون بن جائے۔

اس واقعہ کے نفسیاتی مطالعہ اور تاریخی جائزہ — دونوں کی ضرورت ہے

تاکہ پولس کی تعلیمات کا پس منظر سمجھا جاسکے اور ان کی صحت معلوم ہو سکے، اس لئے کہ

یہ تعلیمات ہی آج مسیحیت کا اول و آخر مرجع سمجھی جا رہی ہیں۔

پولس کا انجام بخیر نہ تھا، اور ۶۶ء یا ۶۷ء میں نیرو کے حکم سے

قتل ہوا۔

رسائل پر چند ملاحظیات

ان رسائل میں ان نکات کی تحقیق ضروری ہے:

۱۔ ان کے لکھنے والوں نے یہ کلام مقدس کہاں سے حاصل کیا اور اس کے الہامی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

۲۔ یہ رسالے وحی ہیں یا وحی کی تشریح و توضیح؟

۳۔ کیا یہاں حضرت مسیحؑ پر وحی کا امکان بھی ہے، حالانکہ وہ عیسائی عقیدے میں ابن اللہ ہیں، کیونکہ وحی تو خدا اور پیر کے درمیان ہوتی ہے خدائی گھرانے کے لئے وحی کا واسطہ سمجھ میں نہیں آتا۔

۴۔ رسالہ "اعمال" نے ان ۱۲۰ افراد کے نام نہیں بتائے جو روح القدس سے بھرے گئے تھے۔

۵۔ گیارہ حواریوں میں سے صرف چند ہی کے رسالے موجود ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ بقیہ نے رسالے نہیں لکھے جبکہ دوسرے غیر حواریوں نے رسالے لکھے ہیں، اب ایسے لکھنے والوں کے لئے الہام مانا جائے یا نہیں؟ الہام ماننے کی صورت میں الہام کی پھر کوئی تخصیص نہیں رہ جاتی، اور پھر غیر حواریوں کے لئے کیسے الہام مانا جاسکتا ہے؟

اب یہاں دو صورتیں ہیں اگر رسائل کو الہامی نہ مانا جائے تو ان کی دینی اہمیت باقی نہیں رہتی، اور اگر الہام کو ضروری قرار دیا جائے تو غیر حواری جسے الہام نہیں ہوتا تو وہ کیسے ایک الہامی کتاب لکھ سکتا ہے؟

۶۔ اس سلسلے میں الہام کے متعلق چند مسیحیوں کے خیالات یہاں لکھتا ہوں؟

مسٹر لیس کا کہنا ہے کہ: لوگوں نے کتب مقدسہ کو الہامی کہا ہے، لیکن یہ بھی مانا ہے کہ ان کتابوں کے مؤلفین کے قول و فعل میں تضاد پائے جاتے ہیں، مثلاً آپ جب متی کی آیات ۱۱۹، ۱۲۰ صحاح ۱۰ کا مقابلہ مرقس کی آیات ۱۱، ۱۲ صحاح ۱۳ سے کریں پھر ان کا مقابلہ اعمال کی ان آیات سے کریں جو ۲۳ ویں صحاح میں ہیں تو واضح اختلاف نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض حواری صاحبِ حی نہیں تھے، جیسا کہ یروشلیم کی کونسل کے مباحث سے معلوم ہوتا ہے، انجیل متی کے بارے میں خود قدیم مسیحیوں کا خیال تھا کہ وہ الہامی نہیں۔

استاذ لرن، انجیل یوحنا کو غیر الہامی مانتے ہیں، اور رسولوں کے خطوط کی بھی یہی حالت ہے، اکثر مسیحی ۳۶۳ء تک رسالہ یعقوب، اور یوحنا کے پہلے دوسرے رسالے اور مکاشفہ کو غیر الہامی مانتے تھے، انجیل کا تضاد اس کے غیر الہامی ہونے کا ایک بڑا ثبوت ہے، چند اختلافات ملاحظہ ہوں:

حضرت عیسیٰ کی نسبت اختلاف یہ ہے کہ متی میں انھیں حضرت داؤد کے سلسلہ میں بتایا ہے، اور لوقا میں ہے کہ وہ سلاطین کی نسل سے نہیں بلکہ داؤد اور ناثان ہی اس سلسلے میں ہیں، مجنون لڑکی شفا چاہنے والی عورت کو متی صحاح ۲ میں کنعانہ اور مرقس کے صحاح ۸ میں اسے فینیقیہ اور شامیہ بتایا گیا ہے۔

۷۔ ۶۳۲۵ میں نیقیہ میں منعقد شدہ مسیحی کونسل نے ان رسائل کو تسلیم نہیں کیا تھا:

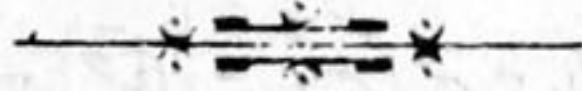
پولس کا خط عبرانیوں کے نام، پطرس کا دوسرا خط، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط، یعقوب، اور یہوذا کے خطوط اور یوحنا کا مکاشفہ۔

یہ تمام رسائل مسیحیت کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں مگر اسے لودیسیا کی کونسل نے ۶۳۶ء میں تسلیم کیا۔

۸۔ ان رسائل کے سلسلے سند اور روایت بھی موجود نہیں بلکہ یہ ارنیوس کے ذریعہ ۶۲۰ء اور کلیمینس کے ذریعہ ۶۲۱ء میں متعارف ہوئے۔

۹۔ رومی حکومت نے ۳۰۳ء میں تمام کلیساؤں اور کتابوں کی بربادی اور سچیوں کے عبادتی اجتماعات کو ممنوع کر دیا تھا، اور پوس بھی حکمرانوں کا آراء کا رتھا، جیسا کہ اعمال کا نواں اصحاح تفصیلات پیش کرتا ہے۔

اس بحث و تحقیق کا داعیہ مسیحیت کے خلاف کوئی تعصب نہیں بلکہ یہ جذبہ ہے کہ تلاش حق بنی آدم کی مشترکہ تلاش ہے اور پوری انسانیت کے مفاد میں ہے اور اسے نظر انداز کرنا انسانیت پر ظلم ہے، بحث و تحقیق سے ادعا اور انسانیت ختم ہوتی ہے، اور صحیح علم ہی کے ذریعہ انسان حیوانی سطح سے بلند ہوتا ہے، اس لئے عدل، حق، اور انسانیت کے لئے ہم سب کی تلاش جاری رہنی چاہئے۔



کلیسا کی کونسلوں و اجتماعات

اس تحقیق کی اہمیت

اس تحقیق کا سلسلہ عقیدہ تثلیث سے وابستہ ہے، اس لئے کہ یہ عقیدہ حضرت مسیح کی تعلیمات کا جز نہیں تھا، بلکہ انجیلی تعلیمات میں بھی نہیں تھا، یہ مسیحیت کی کونسلوں کی پیداوار تھا جو اسی مقصد کے لئے منعقد کی جاتی تھیں، انہی مجامع کے ذریعہ رفتہ رفتہ اقانیم ثلاثہ کا نظریہ ایجاد ہوا۔

بدعات کو رواج دینے کے سلسلے میں ان کونسلوں کی قراردادوں کا مطالعہ ضروری ہے، دینی رسوم و شعائر پر مشتمل رسائل میں بھی چوتھی صدی عیسوی میں اس عقیدہ کو تسلیم کیا گیا اس سے پہلے یہ مجہول اور غیر مسلمہ تھا۔

اس لئے تثلیث کے زمانہ کے تعیین کے لئے ان کونسلوں کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسے دینی حیثیت کب حاصل ہوئی، اور اس کے ماننے والے کون لوگ تھے، اور ان کے دلائل اور دینی و تاریخی ماخذ کیا تھے۔

کونسل کا مفہوم

حضرت مسیحؑ کے ۲۲ سال بعد ان کے تلامذہ یروشلیم میں جمع ہوئے، اور انھوں نے عہد کیا کہ (۱) ختنے کی رسم ختم کر دی جائے۔ (۲) توریت اور اس کی شریعت کو نہ تسلیم کیا جائے، اس سلسلے میں سفراءِ اعمال اصحاح ۱۵ میں ہے کہ انھوں نے مسیحیوں کے لئے عقائد و اعمال سے متعلق چیزوں کی تحقیق کے لئے کونسلوں اور جلسوں کے انعقاد کی رسم ڈالی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کونسل کا مفہوم عقائد و اعمال سے متعلق مسیحی علماء کا مشاورتی اجتماع یا دوسرے لفظوں میں مجلسِ تشریحی ہے۔ اس تعریف کے پیش نظر یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا کوئی دینی نص اور اجازت موجود ہے جس کے ذریعہ مسیحی علماء کے لئے عقیدہ اور شریعت میں ایجاد و اضافہ کا اختیار ہو؟ اور اگر ایسا ہے تو اس کی اجازت کس مسئلہ میں ہے اور وہ کونسی اجازت ہے؟

کونسلیں و ران کی نوعیت و تعداد

یہ کونسلیں دو طرح کی ہوتی تھیں ایک عام کونسل ہوتی تھی جس میں تمام کلیساؤں اور مذہبی جماعتوں کی نمائندگی ہوتی تھی، دوسری خاص کونسلیں جو کسی ایک فرقہ سے متعلق ہوتی تھیں یا مخصوص مقامی نوعیت کی ہوتی تھیں، جیسے جا کرتا (انڈونیشیا) میں عام مجلس شوری کے انعقاد (نومبر ۱۹۶۷ء) سے پہلے ایک علاقائی جلسہ ہوا جس میں مسلمانوں کے مقابلے میں عیسائیوں کے ایک متحدہ پروگرام اور حکومت انڈونیشیا کی پابندیوں پر

غور کیا گیا، اس لئے وہ عام کونسلیں ہی بحث و تحقیق کا موضوع بن سکتی ہیں جن میں وہ عام دینی قراردادیں پاس ہوتی ہیں، جو تمام کلیساؤں اور فرقوں اور پارلیوں کے لئے ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں بھی انہی عام کونسلوں سے بحث ہوگی جن کا شرعی دائرہ وسیع تھا تاکہ ان کی دینی و تاریخی ذمہ داریوں کا جائزہ لیا جاسکے۔

مورخین کہتے ہیں کہ کونسلوں سے متعلق اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی صدی مسیحی سے ۱۸۶۹ء تک منعقد ہونے والی کونسلوں کی تعداد ۲۰ کے قریب ہے، نونفل بن نعمت اللہ بن جبرس نے اپنی کتاب (سوسٹہ سلیمان) میں بعض کونسلوں کی نوعیت اور ان کی قراردادوں سے اختلاف کرتے ہوئے یہی تعداد بتائی ہے۔

ان اہم کونسلوں کی تعداد چار ہے جن کا تالیث سے تعلق تھا:

۱۔ اجتماع نیقیہ (اول) منعقدہ ۳۲۵ء

۲۔ اجتماع قسطنطنیہ (اول) منعقدہ ۳۸۱ء

۳۔ اجتماع انس منعقدہ ۴۳۱ء

۴۔ اجتماع خلقیدوزیہ منعقدہ ۴۵۱ء

اب ان چار نکات کو مقدمہ بحث کے طور پر پیش کیا جائے گا جن کا تعلق کونسلوں سے ہے۔

۱۔ اجتماع کے انعقاد کا سبب۔

۲۔ حاضرین کی تعداد۔

۳۔ اہم قراردادیں۔

۴۔ وہ نااحتیاطات و کیفیات جن کی تحقیق میں اہمیت ہے۔

نبیۃ کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء

یہ پہلی کونسل تھی جس کا مسیحی زندگی پر دور رس اثر مرتب ہوا، تمام کونسلوں میں اس کی اہمیت سب سے زیادہ اس وجہ سے ہے کہ اسی سے عقیدہ تثلیث کا آغاز ہوتا ہے۔

سبب انعقاد

مسیحی فرقوں میں حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں اختلاف ہونے لگا تھا کہ کیا وہ صرف خدا کے رسول ہیں یا رسالت سے آگے بڑھ کر وہ ابن اللہ بھی ہیں پھر وہ ابن حقیقی ہیں یا اصطلاحی، مصر کا کلیسائے اسکندریہ، نوہیت مسیح کا قائل تھا، لیکن اریوس مصری نے کلیسا کی مخالفت اور اپنے عقیدہ کی اشاعت کی کہ مسیح خدا کے بیٹے نہیں۔

ابن البطریق نے اریوس کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا کہنا تھا کہ باپ ہی صرف خدا ہے، اور بیٹا اس کی مخلوق اور باپ اس وقت بھی موجود تھا جب کہ بیٹا موجود نہیں تھا، دوسری طرف (تاریخ امت قطبیہ) کی مصنفہ کہتی ہے کہ یہ صرف اریوس کا گناہ نہیں بلکہ اس میں اس سے پہلے دوسرے فرقے بھی شریک رہ چکے ہیں، جن سے اس نے یہ عقیدہ لے لیا تھا، لیکن ان فرقوں کا اثر اتنا زیادہ نہیں تھا، جتنا کہ اریوس کا تھا جس نے لوگوں میں یہ ستر خدائی نام کر دیا تھا، جن کے ذریعہ یہ تعلیم پھیل گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسیحی فرقوں میں حضرت مسیح کی شخصیت سے متعلق خالصتاً اور اختلاف رائے تھا، اور رومی حکومت نے بھی مسیحی سرگرمیوں کے خلاف اپنی سخت گیریاں کم کر دی تھیں، بلکہ وہ مسیحیوں کو نوازنے کی کوشش کر رہی تھی، چنانچہ قسطنطین نے مسیحیوں کو کھپڑ

توجہ کر کے اس نزاع کو ختم کر دینا چاہا اسی لئے اس نے ۳۲۵ء میں نیقیہ میں ایک کونسل کے انعقاد کی دعوت دی اور اس نے بذات خود مختلف فرقوں اور فریقوں کے پاس دعوت نامے بھیجے جس میں ایک طرف اریوس تھا اور دوسری طرف اسکندریہ کا بطریق، قسطنطین نے ان دونوں کو جمع کر دیا لیکن یہ اجتماع ناکامی پر ختم ہو گیا اور مسئلہ اور پیچیدہ ہو گیا، اور پھر نیقیہ کی کونسل منعقد ہوئی، جس کا مقصد اریوس کے موحدین اور ان کے مخالفین کے درمیان نزاع کا خاتمہ تھا۔

ابن البطریق اس سلسلے میں کہتا ہے:

قسطنطین نے تمام شہروں میں منادی کر دی اور تمام پوپ پادریوں کو بلوایا، اس طرح نیقیہ میں ۳۲۵ء پادری جمع ہو گئے جو مذہب و مشرب میں اختلاف رکھتے تھے، ان میں سے بعض مسیح اور ان کی والدہ ماجدہ کی خدائی کے قائل تھے، انھیں برا برانیہ اور ریمیٹین بھی کہا جاتا تھا۔

بعض اس کے قائل تھے کہ مسیح کی مثال باپ کے مقابل اس شعلے جیسی ہے جو شعلے سے ٹوٹتا ہے لیکن دوسرے کی وجہ سے پہلے شعلے میں کوئی کمی نہیں ہوتی سا بلیوس اور اس کی جماعت اسی کی قائل تھی۔

بعض یہ سمجھتے تھے کہ حضرت مریمؑ نواہ مک حاملہ نہیں تھیں بلکہ مسیحؑ ان کے پیٹ سے اس طرح گذرے، جیسے پرنے سے پانی گزر جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ کا کلمہ ان کے کان میں داخل ہو کر مسیحؑ کی ولادت کی شکل میں ظاہر ہوا، اس کے قائل ایوان اور اس کی جماعت ہیں۔

کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ مسیحؑ، لاہوت سے پیدا شدہ انسان تھے جیسا کہ ہم میں سے ہر ایک کا جو ہر لاہوتی ہے، مسیحؑ کی ابتدا اور نشوونما حضرت مریمؑ

ہی سے ہوئی اور انھیں ایک عالی جوہر سے ہم کنار کیا گیا، نعمت خداوندی ان کے ساتھ رہی اور محبت و مشیت ان کی سرشت میں داخل ہو گئی، اسی لئے انھیں ابن التمر کہا گیا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خدا جو ہر قدیم اور ایک ہے اور ایک اقنوم ہے، اور اس کے تین نام رکھے ہیں، وہ کلمہ اور روح القدس پر اعتقاد نہیں رکھتے، یہ پوس شمشاطی (بطریق انطاکیہ) اور اس کی بولقانی جماعت کا قول ہے۔

ایک فرقے کا یہ کہنا تھا کہ وہ تین ازلی خدا ہیں، صاع، طاع، اور ان کے درمیان عدل۔ یہ مرقیون لعین اور اس کے ساتھیوں کا قول ہے ان کا خیال ہے کہ مرقیون، حواریوں کا سردار ہے، وہ پطرس کے قائل نہیں۔ ایک جماعت مسیح کو خدا کہتی ہے، یہ پوس رسول کا کہنا ہے اور ۳۱۸ ہفتوں

کا بھی یہی خیال ہے۔

اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہی غیر محدود اختلاف اور الگ الگ رائیں اس مجلس کے انعقاد کا سبب تھیں۔

حاضرین کی تعداد

ابن بطریق کی روایت کے مطابق مجمع نیقیہ کے حاضرین میں بادشاہ نے ۳۱۸، اسقف کو بابایا اور ان کے درمیان بیٹھ کر اپنی انگوٹھی، تلوار اور چھڑی ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ آج آپ لوگوں کو میں اپنی سلطنت کا حکمراں بناتا ہوں تاکہ آپ حضرات دین کے لئے مناسب کارروائیاں کریں، جن میں اہل دین کی فلاح مضمحل ہو، اس روایت سے

پتہ چلتا ہے کہ نیقیہ میں قسطنطین کے ۳۱۸ء — ہم خیال اسقف موجود تھے۔

قراردادیں

قسطنطین کی مجلس خاص سے پہلے عام حاضرین کی تعداد (۲۰۲۸) کھٹی جن کے درمیان سخت اختلاف رائے تھا، اور جس سے قسطنطین بہت متفکر ہوا، اس نے مناظرہ کا حکم دیدیا تاکہ کوئی صحیح رائے قائم کرنے میں آسانی ہو۔

بالآخر قسطنطین کے خیال میں پولس کی الوہیت مسیح کا عقیدہ صحیح نظر آیا اس موقع پر لوگوں کی دو رائیں ہو گئیں ایک بادشاہ کا ہمنوا فریق تھا، دوسرا فریق باہم بھی مختلف تھا کہ اس میں ۲۰۳۰ اسقف تھے، اس اقلیتی رائے کے مطابق یہ قراردادیں پاس ہوئیں کہ

- ۱۔ رسولوں کا کلیسا اس قول کو حرام قرار دیتا ہے کہ زمانہ ابن اللہ سے خالی ہو گیا۔
- ۲۔ اس عقیدے کے مخالفین کی سرزنش۔

ملاحظات

- ۱۔ کونسل نے اقلیت کے مطابق قراردادیں تجویز کیں۔
- ۲۔ پولس کے مذہب کو ترجیح دینے میں قسطنطین کا بڑا ہاتھ تھا، جو مجمع کا فیصلہ قرار پایا۔
- ۳۔ ایک دینی مسئلہ میں قسطنطین کی رائے کیونکر مانی جاسکتی ہے، جبکہ وہ کوئی مذہب رہنا تو کجا معمولی عیسائی بھی نہ تھا، مجمع کے انعقاد تک وہ سیموں کا صرف ایک غیر مسیحی ہمدرد تھا۔

۴۔ بغیر انجیل سے رجوع کئے ہوئے اس کونسل کو حلال و حرام قرار دینے کا اختیار کہاں تھا!
 ۵۔ اس اسقف کے موقف کی کیا توجیہ ہوگی جو پہلے الوہیت مسیح کے بارے میں
 بادشاہ کا ہم خیال تھا، لیکن بعد میں اپنے اس موقف سے پھر گیا، اور ایوس کی
 تائید کرنے لگا؟

یہ اسقف "اوسابیوس" تھا، جو قسطنطین سے بہت قریب تھا، اور جسے اس نے
 قسطنطنیہ کا اسقف بنا دیا تھا، اس نے اپنا یہ خیال (صورت) کی کونسل میں ظاہر کیا جہاں
 مناقشات نے محاربہ اور ہاتھ پائی کی شکل اختیار کر لی تھی، چنانچہ اسکندریہ کے بطریق کے
 سر پر مارا گیا، اس لئے کہ وہ اوسابیوس کا مخالف تھا۔ اب اس کی کیا
 توجیہ ہو سکتی ہے حالانکہ یہ آدمی پہلے الوہیت مسیح کا قائل تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
 نیقیہ کی کونسل نے کچھ حاضرین کی عرضی کے خلاف بھی تجاویز پاس کی تھیں، اور اب
 اس صورت میں اس کونسل پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے، جس کے حاضرین کے ایک حصہ
 سے بعض تجاویز بردستی منوالی گئی تھیں، اور ایوس کے قصے سے یہ صورت حال ظاہر
 ہوتی ہے۔

۲۔ قسطنطنیہ کی پہلی کونسل ۳۸۱ء

سبب انعقاد

۳۲۵ء کی نیقیہ کی کونسل نے مسیح کی الوہیت اور ابنیت کا اعلان تو کیا لیکن اس نے
 روح القدس اور الوہیت کا باہمی رشتے پر بحث نہیں کی، ایسی معاشرہ چونکہ شروع سے

متضاد افکار کا حامل تھا چنانچہ اس بارے میں قیس مکدونیسوس کا یہ عقیدہ مسیحیوں میں رائج ہو گیا:

روح القدس خدا نہیں بلکہ مخلوق ہے، چنانچہ اس مجمع میں دو قسم کے لوگ سامنے آئے۔ ایک اریوس اور اوساپیوس کے ماننے والے موہدین جنھوں نے اس عقیدہ کو خوب رواج دیا۔

دوسرے خدا ماننے والے بت پرست جنھوں نے اس کی مخالفت کی اس فریق کا سرغنہ بطریق اسکندریہ تھا، اس جماعت نے اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کر کے بادشاہ کو ایک کونسل منعقد کرنے پر راضی کر لیا، جس کا مقصد روح القدس کی الوہیت کا ثابت کرنا تھا۔

حاضرین کی تعداد

چنانچہ اس غرض کی خاطر قسطنطنیہ میں کل ۱۵۰ اسقف جمع ہوئے، اس لئے یہ کونسل عالمی کونسل کہی جانے کی مستحق نہیں معلوم ہوتی، اسی لئے ایک مسیحی اہل و مسلم (نوفل بن نعمۃ الثرین جرجس) رہبان بند کینون سے راوی ہیں کہ ایسی کونسل عالمی کونسل کہی جانے کی مستحق نہیں، مگر یہ کہ اسے تمام کلیسے تسلیم کر لیں۔

قراردادیں

۱۔ روح القدس ہی خدا کی روح اور اس کی زندگی ہے، اور اس کا تعلق لامہوتا

۲۔ مکدونیوس اور اس کے ماننے والے بطریق وغیرہ لعنت کے مستحق ہیں جو اس عقیدہ کے مخالفین ہیں۔

ملاحظات

اس کونسل کے انعقاد یعنی چوتھیں صدی مسیحی کے اواخر سے عقیدہ تثلیث بڑے جھگڑے کے بعد مسیحیت کا ایک لازمی حصہ بن گئی، اس عقیدے کو بعد کی کونسلوں نے اگرچہ برابر تسلیم کیا، لیکن وہ کسی بڑی اکثریت سے تجویز نہیں ہوا تھا، دوسرے یہ کہ اس کونسل میں گویا نیقیہ کی کونسل کی مخالفت کی گئی جیسا کہ مورخ مسیحیت ابن بطریق لکھتا ہے:

۳۱۸ء اسقفوں کی امانت میں اس کونسل میں خیانت کی گئی، ایسی ہی روح القدس پر ایمان جو زبردستی کرنے والا رب اور باپ سے نکلا ہے اور یہ تینوں سجدے اور تعظیم کے مستحق ہیں، انھوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ باپ بیٹا روح اسی تین شخص، تین شکلیں، تین خواص، اور ایک تین، تین ایک کی حیثیت رکھتے ہیں، ایک ہی وجود تین شکلوں میں نمایاں ہے، اور بالآخر ایک معبود ایک وجود اور ایک طبیعت ہے۔



۳۔ افسس کی پہلی کنسل ۶۲۳۱ء

سبب انعقاد

۶۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کی پہلی کنسل کے تالیث کے عقیدے کو اس طرح رائج کیا
خدا باپ، خدا روح القدس، خدا بیٹا۔۔۔۔۔ لیکن اس غامض عقیدہ کی کبھی صحیح تفسیر
نہیں ہو سکی، اور نہ یہ واضح ہو سکا کہ اقانیم ثلاثہ میں وحدت کیونکر پیدا ہوتی ہے، اور
ان کے ربط باہمی کی نوعیت کیا ہے؟

چنانچہ نظری طور پر مسیحی معاشرے میں یہ سوالات اٹھے اور ان نظریات کی شرح
میں شور وغل اور غوغا آرائی ہوئی اسی شور و شغب میں نسطور کا یہ مذہب سامنے آیا کہ:

۱۔ قسطنطنیہ کا بطریق (نسطور) کہتا ہے کہ یہاں ایک اقنوم اور ایک فطرت ہے

الوہیت کا اقنوم باپ سے نکلا ہے، اور الوہیت کی نسبت باپ کی طرف ہے

اور انسان کی طبیعت مریم سے پیدا ہوئی ہے، اس طرح مریم، انسان کی ماں

ہے، خدا کی ماں نہیں، اور وہ مسیح جو لوگوں کے درمیان ظاہر ہوا، محبت کے

ذریعہ بیٹے سے متعلق ہے، اور خدا اور اس کے بیٹے کا درمیانی رشتہ محبت ہے

اور ظاہری مسیح خدا نہیں، لیکن وہ خدا کی دی ہوئی نشانیوں اور بزرگی کے

سبب، مبارک ہے، یہاں

اس موضوع کے متعلق "تاریخ امت قطبیہ" کا مصنف لکھتا ہے:

"نسطور کی یہ بات، آبار و اجبار کے اختلاف کا نتیجہ بنتی ہے۔ بلکہ اس کی

دہری حیثیت تھی، اور وہ ایمان کے ایک بڑے موضوع سے متعلق تھی، نسطور کا
 خیال تھا کہ یسوع خود خدا نہیں تھے، بلکہ وہ ایک برکت سے بھرے ہوئے،
 انسان یا اللہ کی طرف سے الہام مندہ تھے، اس لیے کہ کوئی گناہ نہیں کیا اور
 نہ کوئی تعجب کا کام کیا۔

ابن بطریق نسطور کی رائے لکھتے ہوئے کہتا ہے:

”یہ انسان جو کہتا ہے کہ یسوع، ابن کے ساتھ محبت کی وجہ سے متحد ہیں اور کہا
 جاتا ہے کہ وہ اللہ اور ابن اللہ ہے، تو یہ حقیقت نہیں بلکہ عظیمہ خداوندی ہے
 اس طرح معلوم ہوا کہ نسطور مسیح کی الوہیت کا قائل نہیں، اور نہ انھیں
 ابن اللہ مانتا ہے۔“

۲۔ اسقف رومیہ اور بطریق اسکندریہ کا مذہب: حسب معمول بت پرست
 اساقفہ کی جماعتوں نے نسطور کی تفسیر اقا نیم اور بشریت مسیح کی مخالفت کی، اسقف رومیہ
 اور بطریق اسکندریہ ان لوگوں کے پیشوا تھے، چنانچہ ان لوگوں نے ایک اور کونسل کیلئے
 کوشش کی جس میں نسطور کی بدعت پر بحث ہو، چنانچہ اس کے لئے شہر افسس تجویز ہوا۔

حاضرین کی تعداد

اس سلسلے میں اسقف رومیہ، بطریق اسکندریہ، اساقفہ انطاکیہ، اور اساقفہ
 بیت المقدس کے درمیان مراسلت ہوئی، لیکن نسطور کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس پر عن طعن
 کیا جائے گا، اس لئے وہ حاضر ہی نہیں ہوا۔ اساقفہ اسکندریہ نے بھی اس کا ساتھ دیا،
 اس طرح اجتماع کے لئے بطریق اسکندریہ، اساقفہ رومیہ اور بیت المقدس ہی رہ گئے۔

چنانچہ ۱۹۳۱ء میں انیس میں کل ۲۰ اساقفہ پر مشتمل یہ کونسل ہوئی۔

قراردادیں

۱۔ کنواری مریم خداوند کی ماں ہیں (جیسا کہ ان کی قرارداد سے پتہ چلتا ہے)،
کنواری مریم نے ہمارے معبود یسوع مسیح کو پیدا کیا، جو اپنی فطرت کے لحاظ
سے باپ کے ساتھ ہے، اور ناسوت اور فطرت کے تعلق سے لوگوں کے
ساتھ ہے۔

۲۔ یسوع کی دو طبیعتیں مانی گئیں: ایک لاهوتی، دوسری بشری اور ناسوتی۔

۳۔ نسطور پر لعنت اور اسے مصر جلا وطن کرنا۔

ملاحظات

۱۔ کونسل میں تمام مسائل پر بحث نہیں ہو سکی کیونکہ انطاکیہ کے اساقفہ اور خود
نسطور غائب تھے۔

۲۔ سابقہ کونسلوں نے اب کا جو مفہوم متعین کیا تھا، اس پر کونسل نے اضافہ کیا
اور کہا کہ بیٹا جو خدا ہے، اس کی دو طبیعتیں ہیں، ایک لاهوتی اور الہی اور
دوسری بشری و ناسوتی۔

۳۔ عقیدہ کے بارے میں مناقشات کو انجیل کی تائید نہیں حاصل ہو سکی۔

۴۔ خلیقہ ونیہ کی کونسل ۱۹۵۱ء

سبب انعقاد

گزشتہ کونسل میں مسیح کی دو فطرتیں: لاہوتی اور ناسوتی قرار پائی تھیں، لیکن اس فیصلے سے بھی مسیحی فرقوں کے اختلاف ختم نہیں ہوئے، اور فریق مخالف اپنے عقیدے کی اشاعت کرتا رہا، حتیٰ کہ وہ موصل و فرات تک پہنچ گیا، اور اس کے مقابلے میں بطریق اسکندریہ کو ہم طبیعت مسیح کی ایک نئی تفسیر کرتے ہوئے پاتے ہیں کہ اس میں دو طبیعتیں ہیں، ایک لاہوتی اور دوسری ناسوتی جو مسیح کی ذات میں متحد ہو گئی ہیں، اس لئے بطریق اسکندریہ نے انیس کی دوسری کونسل قائم کی اور اس میں اپنا یہ نظریہ رکھا، لکیتھولک کلیسا اس حرکت پر سخت غضبناک ہوا اور اسے چوروں کی کونسل قرار دیا، اس کے علاوہ بطریق قسطنطنیہ اس پر سخت احتجاج کرتے ہوئے کونسل سے نکل گیا اور کونسل کی قراردادوں سے عدم تعاون کا اعلان کر دیا، اس پر کونسل کے صدر نے اسے نکال باہر کرنے کا حکم دیا، اس طرح بڑی افراتفری اور شور و شغب پیدا ہوا، اور یہ رائیں موضوع بحث بن گئیں۔

۱۔ انیس کی دوسری کونسل کا جواز۔

۲۔ اس کونسل کی تشریحی حیثیت اور اس کی قراردادوں کے احترام کے حدود۔

۳۔ امتناعی احکام اور قراردادوں کا نفاذ یا عدم نفاذ۔

ان تمام باتوں سے مسیحی معاشرے میں نزاع، کشمکش، رستہ کشی اور فکری و دینی

انارکی پیدا ہو گئی، روم کی ملکہ اور اس کے شوہر نے اس سلسلے کو ختم کر دینے کا ارادہ کیا، اور

اس کے لئے خلیفہ دینیہ میں ۱۹۵۱ء میں اس کو نسل کے انعقاد کا فیصلہ ہوا۔

حاضرین کی تعداد

مسیحی اہل قلم کہتے ہیں کہ خلیفہ دینیہ میں اکتوبر ۱۹۵۱ء میں جو کو نسل ہوئی اس میں ۲۵۰ اسقف شریک ہوئے ملک اس کی نگرانی اور صدر تھی، اس اجتماع میں بھی شور و شر غالب رہا، جو دیسپوس بطلانی اسکندریہ کے اخراج کی تجویز پر شروع ہوا، جس پر یہ الزام تھا کہ اس نے پاپائے روم کی اجازت کے بغیر انیس کی دوسری کو نسل منعقد کر لی تھی، لیکن حکومت کے مندوبین اس تجویز سے متفق نہیں ہوئے، اور اس سبب سے اور اختلافات اٹھ کھڑے ہوئے۔

قراردادیں

۱۔ مسیح میں ایک طبیعت نہیں، دو طبیعتیں ہیں، الوہیت ایک الگ طبیعت اور ناسوت ایک الگ طبیعت ہے، جو مسیح کی ذات میں متحد ہو گئی ہیں، اس بارے میں ابن البطلونی لکھتا ہے:

”لوگ کہتے ہیں کہ سواری مریم نے خدا یعنی مسیح کو پیدا کیا جو اپنی الوہی فطرت

میں باپ کے ساتھ ہے، اور طبیعت انسانی میں انسانوں کے ساتھ ہے، انھوں نے

از کا قرآنیہ: مسیح دو طبیعتیں، ایک اقنوم اور ایک ذات ہے۔“

۲۔ انیس کی دوسری نسل کی قراردادوں کا ابطال جسے اسکندریہ کے بطریق دیسپوس

نے منعقد کیا تھا، اور جس میں اس نے یہ تجویز پاس کی تھی کہ مسیح کی ایک ہی فطرت ہے

جس پر نیا سوتِ اہوت کا اجتماع ہے۔
 ۲۔ نسطور اور دسیکورس اور ان کے متبعین پر لعنت۔
 ۳۔ دسیکورس کو نسطورین بنا کر وطن کرنا۔

ملاحظات

۱۔ اس اجتماع پر جو فضا محیط تھی وہ حد درجہ غیر مہذب اور غیر مرتب تھی، یہاں تک کہ حکمراں ببقہ کو یہ کہنا پڑا کہ "اساتفہ اور ائمہ دین کے یہ شایانِ شان نہیں کہ ان کے مجمع میں پیچھے پھانے، گالم گلون، اور ہاتھ پائی کی نوبت آئے، بلکہ انھیں قوم کے لئے شائستگی کا نمونہ بننا اور کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینا چاہئے، اس لئے آپ سے یا وہ گوئی کے بجائے ذیل کی روشنی اور واہی تباہی باتوں کی جگہ حجت و برہان کی امید رکھتے ہیں، اور یہ کہ آپ گفتگو کو سکون کے ساتھ سنیں گے۔"

۲۔ اس اجتماع میں ہر فریق اپنی رائے پر اڑا رہا اور دوسرے کو جھٹلاتا رہا مصریوں نے بطریق اسکندریہ کی ہمنوائی کی اور اس کے خلاف، مجمع کے فیصلے کو نظر انداز کر دیا، اس کے ساتھ رومی حکومت کے بھیجے ہوئے دینی سفارت کا بھی انکار کر دیا، اس سلسلے میں تاریخ امتِ قبطیہ کا مصنف لکھتا ہے۔

"جیہ مصریوں نے اپنے بطریق کے ساتھ بد معاہدگی کی بات سنی تو مشتعل

اور برا فروختہ ہو کر کونسل کی قراردادوں کو ماننے سے انکار کر دیا، اور اپنے بطریق

کو بجا رکھنے پر اصرار کیا، اور اس کے عقائد کو اپنا عقیدہ بتایا، خواہ روم...

اور قسطنطنیہ کے تمام اسقف اور بطریق اس کے خلاف ہوں، اپنے بطریق کے

خلاف حکم کو انھوں نے اپنی قومی آزادی اور سیاسی حقوق میں مداخلت سمجھا
اگرچہ اس حکم کا رنگ دینی تھا۔

۳۔ اس کونسل کے بعد یعقوب براؤچی نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا جس کے
ذریعہ وہ مصری کینسہ کے اعتقاد کہ مسیح کی فطرت ایک ہے، کی طرف بلاتا تھا اور
جو خلقیہ ڈینیہ کی کونسل کی تجویز سے مختلف تھا، یہ واقعہ چھٹی صدی مسیحی کا ہے۔
اس طرح مصری کلیسا، مغربی کلیسا سے الگ ہونا شروع ہو گیا، اس کی تفصیل
”تاریخ المسیحیۃ فی مصر“ کے ذریعہ اس طرح ہمارے سامنے ہے:

”ہمارا صحیح انجیل کلیسا جس نے اپنا ایمان کیرس اور دیسکوریس سے حاصل
کیا تھا جن کے ساتھ حبشی، سریانی اور ارتھوڈوکسی کلیسا تھے، اس کا عقیدہ
یہ ہے کہ اللہ کی ذات ایک ہے، لیکن اس کی حیثیتیں اور ہمیتیں تین ہیں، ایک
اقنوم باپ کا، دوسرا اقنوم بیٹے کا تیسرا اقنوم روح القدس کا۔ اور دوسرا
اقنوم روح القدس اور مریم عذراء کے ذریعہ مجسم و متشکل ہوا، اور اس طرح
وہ ایک جسم بن گیا اور اس میں وحدت ذاتی کا جوہر اور اختلاف و امتزاج اور
انفصال سے برات پائی گئی، اس اتحاد کے ذریعہ ابن متجسم دو طبیعتوں پر مشتمل
ایک طبیعت بنا اور ایک مشیت کے ذریعہ سامنے آیا۔“

تبصرہ اور جائزہ

یہ ان اہم کونسلوں کی روداد تھی جن کی مسیحی زندگی میں عقیدہ و نظام اور دین و
اخلاق کے لحاظ سے بڑی اہمیت ہے، اب ہم یہاں چار اہم نکتوں کی وضاحت کریں گے۔

۱۔ یہ مسیحی اجتماعات خواہ عالمی نوعیت کے ہوں یا مقامی اور محدود پیمانے کے وہ بہر حال اختلاف عقیدہ کے سائے میں منعقد ہوئے، اور جن کی کبھی کوئی واضح تفسیر نہیں ہو سکی۔

۲۔ ان کونسلوں نے نہ عقیدے کا کوئی اختلاف دور کیا نہ مسیح کی ذات کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا بلکہ اس نے اور اختلاف کو بڑھا دیا، اور مخالفین کے خلاف سختی برت کر اختلاف کی خلیج کو اور گہری بنا دیا۔

۳۔ یہ مذاقشات اور قراردادیں انجیل کو سامنے رکھ کر نہیں ہوتی تھیں، اور نہ ان میں رسائل رسل سے ہی مدد لی جاتی تھی بلکہ خود رسائل کو بھی درجہ استناد نیقیہ کی کونسل (۶۳۲۵) کے بعد ہی ایک کونسل کے ذریعہ حاصل ہوا۔

۴۔ اس جنگ و جدال میں کہیں عقیدے اور مسیحیت کے صحیح نقوش نہیں دکھائی دے سکے، اور نہ مسیحی فرقے مسیحیت کو دریافت کر سکے یہاں تک کہ ۶۶۱ء میں اسلامی دعوت منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو گئی، مسیحیت پر غور کرنے والے کو اپنے پیش نظر یہ آیت رکھنی چاہئے۔

وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَنْ يَشْعُرُوا بِشَرِّ مَا كُفِّرُوا بِهِ وَلَا يَشْعُرُونَ
فَذَرْهُمْ أَهْلَ مَا كُفِّرُوا بِهِ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنَّا بِمَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأَمْرٌ لِأَعْيُنِنَا
بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَا أَعْمَالُنَا

جو لوگ ان کے بعد کتاب دیئے گئے وہ اس کی طرف سے گہرے شک میں ہیں، اس لئے آپ دعوت دیجئے اور قائم رہئے جس کا آپ کو حکم ہے، اور ان کے خواہشات کی اتباع نہ کیجئے، اور کہئے کہ میں اللہ کی اتاری کتاب پر ایمان لایا اور مجھے تمہارے درمیان عدل کا

وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لِاحْتِجَابِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
 اللَّهُ يُجْمَعُ بَيْنَنَا وَاللَّهُ الْمَصِيرُ

حکم دیا گیا ہے۔ اشرہی ہمارا اور تمہارا رب
 ہے، ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے

لئے تمہارے اعمال ہیں ہمارے تمہارے

(الشوری - ۱۳، ۱۵)

درمیان کوئی حجت نہیں اشرہ میں ایک دن

جمع کرے گا، اور اسی کی طرف لوٹ جانا ہے

بحث کی تکمیل کے لئے میں ناظرین کو... سید قطب شہید کی تفسیر فی ظلال

القرآن کے پچیسویں جزا میں سورہ زخرف کی تفسیر کے مطالعہ کا مشورہ دوں گا۔

خلاصہ

عقیدہ تثلیث کا ارتقا، اس طرح ہوا۔

- ۱۔ نیقیہ کی پہلی کونسل (۶۳۲ء) میں طے پایا کہ مسیح فقط خدا ہیں، اور روح القدس طبیعت مسیح، وغیرہ جیسے مسائل بعد کے اختلافات سے سامنے آئے۔
- ۲۔ قسطنطنیہ کی پہلی کونسل ۶۳۸ء میں مکدونیوس کے مقابلے پر طے ہوا کہ روح القدس بھی معبود ہے، لیکن وہ خدا کی مخلوق ہے۔

- ۳۔ انس کی کونسل ۴۳۱ء میں طے پایا کہ مسیح کی دو طبیعتیں ہیں، ایک لاہوتی دوسری ناسوتی، یہ نسطور کے اس عقیدے کے خلاف طے ہوا کہ مسیح الہ نہیں، بلکہ نجات بآلہ اللہ ملہم اور مبارک ہیں، اور یہ کہ وہ بیٹا نہیں بلکہ وہ تقدس کے لحاظ سے انبیت سے متصف ہیں۔

- ۴۔ خلقیہ نیہ کی کونسل ۴۳۱ء میں طے کیا گیا کہ دونوں طبیعتیں الگ ہیں، ایک

لاہوتی ہے، اور دوسری ناسوتی جن کے ذریعہ مسیح کا خدا اور انسانوں سے واسطہ ہے،
یہ رائے دیسکورس بطریق اسکندریہ کے مقابلے پر اپنی لگئی، جو طبیعت کی وحدت اور
مسیح میں لاہوت و ناسوت کے اجتماع کا قائل تھا، اسی وقت تثلیث کا نظریہ بھی مان لیا
گیا، لیکن اس عقیدے سے دینی جنگ ختم نہیں ہو سکی، اس کے بعد بھی کونسلیں ہوتی رہیں،
تجویزیں سامنے آتی رہیں، لیکن ان میں حقیقی مسیحیت پر مبنی بحث کا رنگ کہیں بھی ملتا ہے،
یا اس کے برخلاف مسیحیت ایک قومیت کا رنگ اختیار کر گئی؟

۵۔ قسطنطنیہ کی دوسری کونسل ۴۵۱ء

سبب انعقاد

اس کے انعقاد کا سبب یہ تھا کہ کچھ اساقفہ تنازعہ روح کے قائل ہو گئے اور
یہ کہنے لگے تھے کہ مسیح ایک حقیقت نہیں بلکہ ایک خیالی پیکر تھے۔

حاضرین کی تعداد

اس اجتماع میں ۱۴۰ اسقف جمع ہوئے تھے۔

قراردادیں

اس میں ہر اس اسقف کا عہدہ چھیننے کی تجویز ہوئی جو مسیح کو خیالی پیکر
مانتا ہے، اور تنازعہ روح کا قائل ہے، اسی کے ساتھ تمام سابقہ کونسلوں اور

خلیقہ و نیہ کی کونسل کے احترام کی تجویز ہوئی اور مسیح کی ایک طبیعت کا انکار کیا گیا۔

ملاحظات

الوہیت مسیح کا عقیدہ اپنی ہی جگہ نہیں رہا بلکہ اس طرح موضوع بحث بن کر بعض قسبیس مسیح کو ایک خیالی علامت کہنے لگے، اسی سبب سے پانچویں کونسل منعقد ہوئی جس نے چوتھی کونسل کی تصدیق کی۔

۱۔ قسطنطنیہ کی تیسری کونسل ۶۸۰ء

سبب انعقاد

ساتویں صدی عیسوی (۶۶۷ء) میں یوحنا مارون نامی شخص نے دعویٰ کیا کہ مسیح کی دو طبیعتیں ہیں، لیکن مشیت ایک ہے، اس دعویٰ سے حکام اور دینی رہنما بہت پریشان ہوئے خاص طور پر شاہ یوغانا قوس بہت متفکر ہوا، چنانچہ اس نے ۶۸۰ء میں قسطنطنیہ میں کونسل بلائی۔

حاضرین کی تعداد

اس کے حاضرین میں ۲۸۹ اسقف تھے۔

قراردادیں

۱۔ مسیح کی دو طبیعتیں اور دو مشیتیں ہیں۔

۲۔ وہ شخص لعنت کا مستحق ہے جو مسیح کے لئے ایک طبیعت اور ایک مشیت کا قائل ہے۔

۴۔ نیقیہ کی دوسری کونسل ۶۸۷ء

سبب انعقاد

۶۷۵ء میں شاہ قسطنطین پنجم کے حکم سے ایک کونسل ہوئی جس نے یہ قراردادیں

پاس کی تھیں:

۱۔ عبادت میں تصویر اور مجسموں کی حرمت۔

۲۔ مریم عذرا سے شفاعت طلبی کی حرمت۔

اس لئے ملکہ ایرینی نے نیقیہ میں ۶۸۷ء میں سابقہ کونسل پر غور کرنے کے لئے

یہ کونسل بلائی۔

حاضرین کی تعداد

اس میں ۳۷۷ اسقف جمع ہوئے۔

قراردادیں

۱۔ مسیح اور دوسرے مقدسین کی تصویروں کی تقدیس و تعظیم۔

۲۔ ایسی تصویریں کلیسا، مقدس عمارات، گھر، اور راستے پر رکھیں جائیں اس لئے کہ

خداوند یسوع اور ان کی والدہ اور دوسرے مقدسین کی طرہ نظر، ہمیں ان کے بارے میں سوچنے کا شعور پیدا کرتا ہے۔

۸۔ (الف) قسطنطنیہ کی پوٹھی کو نسل ۶۸۶۹

سبب انعقاد

قسطنطنیہ کے بطریق فوسیوس کی رائے تھی کہ روح القدس صرف باپ سے نکلا ہے اس خیال کی بطریق رومانے تردید کی اور کہا کہ وہ باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے، اسی پر جنگ شروع ہو گئی، اور قسطنطنیہ کے بطریق کو معزول ہونا پڑا اس کی جگہ جو دوسرا بطریق آیا اس نے یہ کونسل منعقد کی جس کا نام مورخین مغربی لاطینی کونسل رکھتے ہیں، جو روح القدس کے باپ اور بیٹے سے نکلنے کی تحقیق کے لئے منعقد کی گئی۔

حاضرین کی تعداد

یہ کونسل مخصوص نوعیت کی سمجھی جاتی ہے، مجھے اس کے حاضرین کی کیفیت نہیں معلوم ہو سکی، بہر حال اس کونسل کا موضوع اس کی قراردادوں سے واضح ہے۔

قراردادیں

- ۱۔ روح القدس، باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے۔
- ۲۔ مسیحیت سے متعلق ہر چیز کے بارے میں کلیسائے روم ذمہ دار اور مستند ہے۔

- ۳۔ پوری دنیا کے مسیحی تمام رسوم و رواج میں پاپائے روم کے ماتحت ہوں گے۔
 ۴۔ بطریق نوسیوس اور اس کے ماننے والے ملعون اور محروم ہیں۔

۸۔ (ب) قسطنطنیہ کی پاپائوں کو نسل ۶۸۷۹

سبب انعقاد

بطریق نوسیوس نے اپنے مرکز پرواپس آکر ۶۸۶۹ء کی کو نسل کی کارروائیوں کو باطل قرار دیا، اور اس کی جگہ اپنا مسلک صحیح قرار دیا، اس مقصد کی خاطر اس نے یہ کو نسل منعقد کی جس کو تاریخ میں "مشرقی یونانی کو نسل" کہا جاتا ہے۔

قراردادیں

- ۱۔ ۶۸۶۹ء کی تمام قراردادوں کا ابطال۔
 - ۲۔ روح القدس کا صرف باپ سے ظہور ہوا۔
- یہاں ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ کلیسا میں فکری اور قومی کشمکش کا آغاز ہو گیا، اب یہ سکہ دینی سے زیادہ قومی اور سیاسی بن گیا، چوتھی کو نسل سے مصری کلیسا کا خروج اور اپنے بطریق کی حمایت اور اپنے قومی شعور کی توہین کا احساس جو اس کے بطریق کی توہین کا نتیجہ تھا، اور اس کا اپنے بطریق کو صحیح ماننا چاہے دنیا کے بطریق جو بھی کہیں قومی شعور ہی کا غماز ہے۔

مشرقی یونانی اور مغربی لاطینی کونسلوں کے انعقاد سے رومن کلیسا کے بالمقابل

یونانی کلیسا بھی وجود میں آگیا۔

ایک کلیسا کا نام پطرس مغربی کلیسا پڑا جس کا دعوا ہے کہ وہ پطرس رسول کی قائم کردہ ہے، اور پولوں کی جماعت اس کی نائب ہے، اسی طرح وہ دینی حکومت و غلبہ کی بھی مدعی ہے، اور یہ کہ اس کا اقتدار، بلجیم، اٹلی، اسپین، فرانس اور پرتگال تک وسیع ہے، دوسرے کا نام مشرقی یونانی آرتھوڈاکس کلیسا پڑا جو قسطنطنیہ کی کونسل سے پہلے کی، کونسلوں کی قائل ہے، اسی طرح وہ پاپائے روم کی سیادت کی بھی قائل نہیں (اگرچہ اب زمانہ کے اثر سے اس کے موقف میں تبدیلی آگئی ہے، اور اس میں کچھ ہم آہنگی کی کوششوں کا بھی دخل ہے، لیکن اسے زمانی سبقت حاصل ہے، بطریق قسطنطنیہ کا درجہ اس کے معاً بعد آتا ہے، اس کا دائرہ اقتدار روس، یونان، سرویا اور بحر اربعین کے کچھ جزیروں تک وسیع ہے۔

کلیساؤں کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے:

- ۱۔ کلیسائے مصری جو اسکندریہ میں واقع تھا، اور جس کا دارالسلطنت قاہرہ تھا۔
- ۲۔ مشرقی یونانی آرتھوڈاکس کلیسا جس کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا۔
- ۳۔ پطرس مغربی کلیسا جس کا مرکزی شہر روما تھا۔

نتیجہ

آئندہ آنے والے مجامع عالمی کونسلوں کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ یا وہ کسی فرقہ سے مخصوص ہیں، یا مخصوص مقامات اور مخصوص مفادات کے تابع ہیں۔

۹۔ کونسل روما ۱۱۲۳ء

اس کی ایک اہم قرارداد یہ تھی کہ اساقفہ کا تعین پاپا کا کام ہے نہ کہ حکام کا۔

۱۰۔ کونسل روما ۱۱۳۹ء

اس کا اہم واقعہ یہ ہے کہ وہ مشرقی اور مغربی کلیساؤں میں اتحاد کرانے میں ناکام رہی اس کے ارکان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

۱۱۔ کونسل روما ۱۱۷۹ء

اس کی اہم قراردادیں یہ تھیں:

- ۱۔ پوپ کا انتخاب کارڈینالوں کی دوثلت تعداد سے ہوگا۔
- ۲۔ عشقے ربانی میں روٹی اور شراب کے مسخ کے خون اور گوشت میں بدلنے کی روایت کے بارے میں سکوت۔

۱۲۔ کونسل روما ۱۲۱۵ء

اس کی اہم قراردادیں یہ تھیں۔

- ۱۔ کلیسائے روم کے ہاتھ میں نجات ہے، اور وہ جسکو چاہے دے سکتا ہے۔
- ۲۔ اس کا اقرار اور اسے دینی عقیدہ بنانا کہ عشاءے ربانی میں روٹی اور شراب
عیسٰی کا گوشت اور خون ہوتا ہے۔
- پھر دوسری کونسلیں بھی ہوتی رہیں لیکن پروٹسٹنٹ کی وجہ سے سخت
اختلاف رونما ہوئے، اور اہم کونسلیں دو ہی ہو سکیں۔

۱۹۔ ۱۵۴۲ء سے ۱۵۶۳ء تک

اس طویل کونسل کا انعقاد پروٹسٹنٹ فرقہ کے ترقی پسندانہ رجحانات کی ترویج
کے مقصد سے ہوا تھا، یہ کونسل شہر "ٹریڈنٹوا" میں ہوئی تھی، اس میں صرف پروٹسٹنٹ
کی ترویج ہی ہوئی۔

۲۰۔ کونسل روما ۱۸۶۹ء

اس کی ایک اہم قرارداد یہ تھی کہ "پوپ معصوم ہے" اس سلسلے میں نونیل بن نعمت اللہ
بن جرجس کہتے ہیں۔

اس کونسل سے مشرق و مغرب کے کیتھولک جماعتوں میں بھی تقسیم شروع ہو گئی
اور یورپ کے جن لوگوں نے اس عقیدے کی مخالفت کی وہ اپنے کو پرانے کیتھولک
کہتے ہیں۔

یہاں تک کونسلوں کے بارے میں خود علمائے مسیحیت کے بیانات کا خلاصہ تھا، اس موقع پر ان چار نکات پر غور کرنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ ان کونسلوں کے انعقاد کا سبب علمائے مسیحیت کا اختلاف تھا۔
۲۔ ان کونسلوں سے معاشرے میں مزید اختلافات رونما ہوئے، پھر جائیکہ اور کم ہوتے۔

۳۔ قراردادوں میں انجیل کے نصوص کو اہمیت نہیں دی گئی۔
۴۔ ان جھگڑوں نے اصل مسیحیت کے خط و خال یہاں تک مسخ کر دیئے کہ اس کے علماء باہمی اختلافات میں اپنی رائے منوانے کے لئے کونسلیں ہی منعقد کرتے رہے۔

اور اب بحث کے وقت ان سوالوں کا جواب پہلے سوچنا چاہئے:

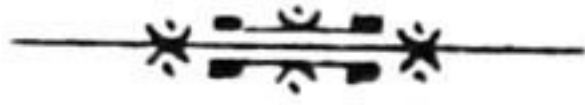
۱۔ کیا مسیحیت کی تفسیر و تشریح کے لئے انجیل کافی نہیں ہے؟
۲۔ اگر انجیل کافی نہیں تو پھر دوسرا مستند ماخذ و مصدر کونسا ہے؟
۳۔ کیا کونسلوں نے عقائد کو دینی نصوص کی روشنی میں یا ذاتی تعصبات اور عقلی پیچیدگیوں کے سائے میں دیکھا؟

۴۔ کیا عقیدے کے سلسلے میں صرف انسانی عقل سے رجوع کرنا کافی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر فلسفہ اور مسیحیت میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

۵۔ مسیحی معاشرے میں ماضی و حال کی تقسیم دینی نصوص یا دینی اساس پر ہے یا اسکی بنیاد شخصی رائے پر ہے؟

پھر ہم کلیسائے اسکندریہ کی... خلقیدونہ کی کونسل کے بعد علیحدگی اور کلیسائے قسطنطنیہ کی ۴۵۱ء میں علیحدگی اور کینیھولک چرچ کی ۱۸۶۹ء میں تقسیم کی

کیا توجیہ کرتے ہیں؟ کیا اس تقسیم میں دینی اساس کے بجائے ذاتی آزار اور تعصبات کا
 دخل نہیں تھا؟ — مسیحیوں کو حقیقت کی روشنی میں لانے کے لئے ان سوالوں
 کا جواب ضروری ہے۔



مسیحی فرقے پرانے اور نئے

یہاں مسیحی فرقوں کا بیان، مسیحی کونسلوں کی گذشتہ رپورٹ ہی کی روشنی میں ہوگا۔ اس لئے کہ چوتھی صدی سے ہونے والی ان کونسلوں ہی سے یہ فرقے پیدا ہوئے، اس سلسلے میں ہمارا طریق کار یہ ہوگا۔

۱۔ توحید کا مرحلہ، مسیحی افکار کی حکومت سے آزادی کے بعد سے نیقیہ کی پہلی کونسل ۳۲۵ء تک۔

۲۔ رومی حکومت کے غلبہ کے بعد عقیدہ اقاہیم کا رواج جو قسطنطین کے عہد میں نیقیہ کی پہلی کونسل کے انعقاد کے ساتھ شروع ہوتا ہے، اور تقریباً ساتویں کونسل تک پہنچتا ہے، جسے قسطنطین خامس نے ۸۷۹ء میں منعقد کیا تھا۔

۳۔ مشرقی و مغربی کلیساؤں کی علیحدگی اور حکومت کے اثر سے آزاد ہونے کا مرحلہ، نو آٹھویں کونسل کے انعقاد سے متعلق تھا، یعنی ۸۶۹ء میں مغربی لاطینی کونسل کا انعقاد اور ۸۷۹ء میں مشرقی یونانی کلیسا کا اجتماع جن سے کلیسا ہمیشہ کیلئے

مشرقی اور مغربی شاخوں میں تقسیم ہو گیا۔

چند ملاحظیات

روما میں ۱۱۲۳ء میں منعقد ہونے والا اجتماع مسیحیت کے استقلال اور حکومت کی ماتحتی سے الگ ہونے کی طرف پیشرفت کہا جاسکتا ہے۔ جس میں یہ طے پایا کہ اساقفہ کا تقرر حکومت کے بجائے پوپ کے ذریعہ ہوگا۔ ۱۸۶۹ء میں منعقد ہونے والا اجتماع اس استقلال و خود مختاری کی انتہا کہا جاسکتا ہے۔

..... جب اجتماع نے پوپ کی عصمت کا اقرار کیا اور مسیحی معاشرے پر اسے مطلق بالادستی دیدی۔

اس طرح مسیحی فرقوں پر بحث تین مرحلوں سے گزرے گی:

۱۔ مرحلہ توحید جو کلیسا کی حکومت سے علیحدگی کے وقت تھا۔

۲۔ حکومت کے زیر سایہ عقیدہ تثلیث کے رواج کا مرحلہ۔

۳۔ حکومت سے علیحدگی اور مسیحیت کے استقلال کا مرحلہ۔

عہد توحید اور رجال کلیسا کی حکومت سے بے نیازی کا مرحلہ

اس عہد کے موحدین جیسے اریانوس اور اس کے تابعین کا کہنا تھا کہ صرف باپ ہی ذرا

ہے اور بیٹا اس کا مخلوق ہے، اور باپ اس وقت بھی تھا، جب بیٹا نہیں تھا۔ پوسٹ شامی

اور اس کے بلقانی ساتھی بھی موحدین میں تھے، پوسٹ انطاکیہ کا بطریق تھا اس کا کہنا تھا کہ

عیسیٰ دوسرے انبیاء کی طرح اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

لہذا ملاحظہ ہو۔ الفصل فی الملل والنحل لابن جریر، محاضرات فی النصرانیة: شیخ محمد ابو زہرہ، اور مل و نخل شہرستانی۔

مرفیوں۔ اور اس کے قبعین کا کہنا تھا کہ خدا تین ہیں، نیک، بد، اور ایک متوسط
بر برانہ۔ یہ فرقہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو خدا مانتا تھا۔

رومی حکومت کے زیر سایہ "اقانیم" کا رواج

توحید و تثلیث کا امتزاج۔

۱۔ مقدونیوس۔ اس نے روح القدس کی الوہیت کا انکار کیا اور کہا کہ وہ خدا کی
مخلوق ہے۔

۲۔ نسطوری۔ یہ قسطنطنیہ کے بطریق نسطور کے ماننے والے تھے جس کا عقیدہ تھا کہ
مریمؑ نے خدا کو نہیں بلکہ انسان کو پیدا کیا اس لئے وہ انسان کی ماں تھیں، خدا
کی نہیں۔

۳۔ یعقوبیہ۔ ان کی نسبت یعقوب براذعی کی طرف ہے جس نے بطریق اسکندریہ
کا یہ عقیدہ چرایا تھا کہ مسیح کی ایک ہی طبیعت ہے، جو لاہوت و ناسوت کے
ملنے سے بنی ہے، خلقی و زنیہ کی کونسل (۶۴۵ء) نے اس عقیدہ کو ترک کر دیا تھا۔
جس کے سبب مصری کلیسا نے اپنے بطریق کی حمایت کا اعلان کر دیا اور کلیسائے
روما سے الگ ہو گیا۔

۴۔ مارونہ۔ یہ یوحنا مارون کے پیرو تھے جو خدا کی ایک مشیت مانتا تھا، لیکن اس کے
ساتھ اس کی دو طبیعتیں بھی مانتا تھا، اور یہی بات چھٹی کونسل کے ۶۶۸ء میں منعقد
کامیاب بنی تھی، جس نے یوحنا کی جلا وطنی اور لعنت زدگی اور خدا کی دو مشیتوں کا
اعلان کیا۔

لہ تاریخ اکنیسہ (ترجمہ یوسف بتانی)

استقلال اور حکومت کے کشمکش کا مرحلہ

آٹھویں کونسل جس کی دو نشستیں ہوئی تھیں، ایک مغربی لاطینی (۶۸۶۹) اور شرقی مشرقی یونانی (۶۸۷۹) یہ کونسل کلیسا کی تقسیم کا باعث بن گئی، ایک مغربی لاطینی جس کا نام کلیسائے پطرس اور جس کا سربراہ روم کا پوپ ہوتا ہے۔ دوسرا مشرقی یونانی کلیسا، جس کا نام کلیسائے روم ہے اور اس کا سربراہ قسطنطنیہ کا بطریق ہوتا ہے۔

تقسیم کا سبب

تقسیم کے دو بنیادی عوامل کہے جاسکتے ہیں:

۱۔ آٹھویں کونسل کا مناظرہ جس کا موضوع یہ تھا کہ کیا روح القدس کا ظہور صرف باپ سے ہے، جیسا کہ مشرقی کلیسا کا عقیدہ ہے یا باپ اور بیٹے دونوں سے ہے، جیسا کہ مغربی کلیسا کا خیال ہے؟ یہ عقائد کا پہلا اختلاف تھا جس سے آٹھویں کونسل کی نضا پڑی اور جس کے مشرقی حصے کے صدر بطریق قسطنطنیہ فوسیوس نے اپنے کونسل کے برخلاف اپنے عہدے کو دو بارہ حانس کر لیا۔

۲۔ دوسرا عامل، بالادستی کا مسئلہ تھا کہ عالم مسیحیت پر کس کا اقتدار قائم ہوا، مغربی کلیسائے پطرس یا مشرقی کلیسائے روم؟ اس کے پابند ہونا چاہئیں، لیکن مشرقی کلیسا کا کہنا تھا کہ پوپ کا کوئی اختیار نہیں اور وہ صرف سات پہلی کونسلوں کا قائل ہے، اس کے بعد کسی قرار داد کا پابند نہیں۔

ایک اہم تاریخی نکتہ

اتحاد کی کوششوں کے باوجود دونوں کلیساؤں میں شکش چلتی رہتا اور پھر مغربی کلیسا نے صلیبی حملوں کے ساتھ عسکری تسلط قائم کر لیا۔ پوپ انوسنٹ ثالث نے اپنے اختیار سے کام لے کر صلیبی مجاہدوں کو یونان کے مشرقی ممالک چھین لینے پر اکسایا۔

یہاں میں خود مسیحی مورخین کے بیانات درج کروں گا کہ مغربی عیسائیوں نے مشرقی عیسائیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا، چنانچہ نونیل بن نعمۃ الشیراز جس نے کتاب (سوسہ سلیمان) میں لکھا ہے:

پوپ انوسنٹ ثالث نے صلیبی اتحاد کو یونان کے ہاتھ سے مشرقی ممالک چھین لینے پر اکسایا، چنانچہ وہ لوگ ۱۲۰۴ء میں قسطنطنیہ میں گھر گئے اور وہاں ۱۲۶۱ء تک اپنا تسلط برقرار رکھا، اور شام و فلسطین کے مقبوضات میں ہر ممکن بربریت سے کام لیا، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ یونان ریدم کے بطریق کو زیر کر لیں، اس کے لئے انھوں نے قید و بند اور کلیساؤں کو تالان کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، اور انھیں اتنا مجبور کر دیا کہ وہ رومی حکام کی جگہ عربوں کو ترجیح دینے لگے اور ایک حریف "روحانی" سلطنت کے بجائے انھیں جزیہ دینا زیادہ آسان معلوم ہونے لگا۔

جارج سیل، (مشہور متعصب مسیحی) اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"یہ یقینی ہے کہ تیرا دیس مسیحی کے شرع پر مشرقی کلیسا کو جو

ظلم و ستم سہنا چاہتا اس کے سبب بہت سے مسیحیوں کو اپنی آزادی کے لئے

بلاد عربیہ کا رخ کرنا پڑا۔

ان دونوں بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ: مشرقی کلیسا پر بہر حال ظلم ہوا اور دوسرے یہ کہ اسی ظلم نے مسیحیوں کو عربوں کے ساتھ رہنے پر ایک طرح سے مجبور کر دیا تاکہ وہ اپنی آزادی برقرار رکھ سکیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسیحیوں کے درمیان کبھی وہ رواداری پائی گئی ہے جس کا وہ اکثر نام لیا کرتے ہیں؟ بلکہ عوام کے علاوہ خود علمائے مسیحیت کے درمیان کبھی رواداری پائی گئی ہے؟ اس کے سوا کیا مسیحی کونسلوں کے ذریعہ موصدین اور دوسرے مخالفین کو عہدوں سے محروم کرنا اور ان پر لعنت بھیجنا رواداری کا نمونہ ہے؟ اور ۲ مئی ۱۹۲۹ء کو پوپ کا یہ فرمان کہ "کیتھولک خاتون کا آنکھوڈا کس یا پروٹسٹنٹ مرد سے نکاح حرام ہے" بھی "رواداری" میں شامل ہے؟ اس صورت میں پھر مسیحی رواداری کا کیوں اعلان اور دعو کرتے ہیں، حالانکہ ان کی تاریخ اس چیز سے کبھی واقف ہی نہیں رہی ہے، پھر اس پر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ مسیحی سچ سچ حق اور عالمی امن کی خاطر رواداری کا نام لے رہے ہیں؟

دینی اصلاح کی تحریک

مغرب میں مسیحیت کی مذہبی حالت نے عقل انسانی کو اس کی تعلیمات کی طرف سے شک و شبہ میں مبتلا کر دیا، اور باشعور نوجوان یہ محسوس کرنے لگے کہ کلیسا کی تعلیم انسانی فطرت سے میل نہیں کھاتی، اس لئے دین مسیحی کی اصلاح کے لئے کئی اصلاحی تحریکیں اٹھتی ہیں تاکہ وہ عقل و روح کو مطمئن کر سکے۔

اس دینی اصلاح کے دو پہلو تھے، ایک رجال کلیسا کا رد عمل۔ دوسرا بیرون کلیسا کا رد عمل۔

ہم یہاں یہ وضاحت کریں گے کہ مغربی نوجوان کو مذہبی اصلاح پر اتنا اصرار کیوں تھا؟ اس کے لئے اس وقت کے کلیسا کی حالت پر ایک نظر ضروری ہے جس کا تعلق ان نکات سے ہے:

۱۔ کلیسا کا معاشرے سے تعلق (جس میں عوام و علماء اور حکام سے تعلق

شامل ہے)۔

۲۔ کلیسا کے ذاتی اعمال۔ یعنی ٹیکس، تفسیر انجیل میں دھاندلی، عشاءے ربانی کا سنا

اور رجال کلیسا کا باہمی طرز عمل۔

کلیسا کا تعلق عوام و علما سے

کلیسا نے اپنی تعلیمات کے نفاذ میں بڑے مبالغہ سے کام لیا تھا، اس کے لئے اس نے وعظ و ارشاد کے بجائے جبر کا طریقہ پسند کیا، چنانچہ اس نے اختتام رائے کو ممنوع کر دیا، اور اس کے ساتھ ہی علمی و سائنسی مباحثے بھی ممنوع قرار پائے، اور اس طرح کی بحث کرنے والوں کے خلاف کفر کے فتوے دیدیئے گئے اور اس کی خلاف ورزی کی سزا آگ میں جلانا قرار پایا، بارہویں کونسل نے جو پوچھتی لائیرانی کونسل منعقدہ (۱۵۱۵ء) نکلی جاتی ہے۔ کلیسا کی ہر مخالف رائے کو جرم قرار دیا، خواہ وہ رائے سائنس ہی سے کیوں نہ متعلق ہو، اس قسم کے علماء کے خلاف جاسوسی ہوتی تھی اور اس کے لئے باقاعدہ تفتیش کا محکمہ (THE INQUISITION) قائم کیا، موسیو اتین دینیہ اس بارے میں کتب ہے:

کلیسا نے ایسے لوگوں سے جنگ کی اور ان کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا، جیسے گلیلیو (اطالوی ماہر فلکیات) اور اتین دینیہ (فرانسیسی ادیب اور ناشر) اور اس جیسے کتنے لوگ اس مکروہ تعصب کے شکار ہوئے۔

کلیسا کا تعلق امراء اور حکام سے

کلیسا نے عوام کی طرح، امراء و حکام پر بھی اپنے قوانین کا نفاذ ضروری قرار دیا، اور ان کے لئے بھی عہدوں سے جبری محرومی، اور لعنت کی قراردادیں پاس کی گئیں، نوفل بن جبر جس لکھتے ہیں:

”تیرہویں کونسل ۱۲۲۵ء میں پوپ انوسنٹ چہارم کے حکم سے یون (فرانس) میں منعقد ہوئی، اس کا مقصد فرڈریک شاہ فرانس کو معزول کرنا تھا۔“

کلیسا کا آپسی طرز عمل

کلیسا نے تمام مسیحی افراد پر ایک ٹیکس لاگو کر دیا، اور اس کی وصولیابی میں بدسلوکی کو بھی رواج رکھا، کہا جاتا ہے کہ پوپ کی راجدھانی (روما) میں ۱۶۰۰۰ پیشہ ور عورتیں تھیں، جنہیں مالی فائدے کی وجہ سے کلیسا کی سرپرستی حاصل تھی، اور وہ ان سے ٹیکس لیتا تھا۔

کلیسا نے انجیل کی تفسیر اور فتویٰ وہی کا حق اپنے پاس رکھ کر دوسرے تمام لوگوں کی عقلی و فکری سرگرمیوں پر پابندی لگا دی تھی، اور اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ مسئلہ ہی کے لغو ہونے کا فتویٰ دیدیا جاتا تھا۔

اس نے عوام و علماء کو اس بات کے لئے آبادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اس کے ہر غیر معقول قول کو بھی تسلیم کریں، مویسوا تین دینیہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

”مینٹ آگسٹائن (جو نبییت ترین پادری تھا) اپنے کسی عقیدے کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے، ہرگز صداقت نہیں برتتا تھا جب وہ کہتا تھا کہ
”میں اسے اس لئے مانتا ہوں کہ عقل کے خلاف ہے“^۱

ارباب کلیسا کا کہنا تھا کہ عشاءے ربانی کی شراب اور رونی مسیح کا خون اور گوشت بن جاتی ہے (ہیں یہاں یہ معلوم ہے کہ اس مسئلہ میں کلیساؤں میں اختلاف ہے، لیکن اس وقت ہماری مراد مغربی کلیسا سے ہے)۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو وہ رونی اور شراب استعمال کرتا ہے، وہ اپنے مسیح کا خون اور گوشت، اپنا جزو بدن بنا لیتا ہے۔ یہ ایسا غیر عقلی استدلال تھا، جو کسی طرح مسیحی نوجوانوں کے ذہن میں نہیں اتر سکا، اور اس کے رد عمل کے طور پر، انھوں نے اس سے بغاوت کر دی۔

نجات کے ٹکٹ اور پروانے

بارہویں کونسل نے یہ طے کیا کہ مسیح نے کلیسائے روم کو دستاویز نجات اور پروانہ مغفرت دینے کا مجاز کیا ہے، چنانچہ یہ ٹکٹ بے تکلف بیچے جانے لگے، اس پروانے کی تحریر یہ ہوتی تھی:

”اے فلاں تم پر ہمارا رب مسیح رحم کرتا اور وہ اپنے مقدس آلام کے ساتھ تم میں حلول کرتا ہے، اور میں اپنے پمیرانہ اختیارات سے جو مجھے دیئے گئے ہیں، تمہیں تمام معاوضوں، احکام اور کلیسا کے واجبات سے سبکدوش کرتا ہوں،

اور تمہارے تمام گناہ معاف کرتا ہوں خواہ وہ گناہ کسی نوعیت کے ہوں اور اگرچہ یہ پاکیزگی صرف مسیح اور کلیسا کے نمائندے کے ساتھ مخصوص تھی اس وقت میں تمہارے گناہوں اور غلطیوں کی تمام گندگی کو مٹاتا ہوں اور ان تمام قصاص اور سزاؤں کو بھی معاف کرتا ہوں جن کے کفائے کے لئے تم پریشان تھے اور از سر نو تمہیں کلیسا کے اسرار کا محرم، اور مقدسین کا شریک بناتا ہوں اور تمہیں اس پاکی اور نیکی کی طرف لوٹاتا ہوں جو ہنسیہ جیتے وقت تمہارے اندر آئی تھی، اب تمہاری موت کے وقت وہ دروازہ بند ہو جائے گا جس سے گناہ لوگ جہنم کے لئے گزرتے ہیں، اور خوشیوں کی جنت تک پہنچانے والا دروازہ کھول دیا جائے گا، تم اگر کئی برسوں کے بعد بھی مرے تو یہ نعمت تمہیں مل کر رہے گی، اور پھر باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے تمہارا آخری وقت آجائے گا۔

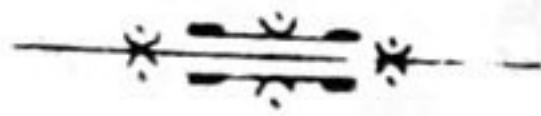
اخلاقی طرز عمل

مسیحی عوام کا راجسوں اور پادریوں کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ عالم لاہوت کے شائق اور ہر شہوت و نجاست سے الگ ہو کر پاکیزگی کا مرقح ہوتے ہیں، تاکہ وہ نمونہ اخلاق بن سکیں، لیکن ہوا ایسا ہے کہ رجال کلیسا شہوات میں غرق، اور برائیوں میں ملوث اور دینی استحصال کرتے نظر آئے ہیں، موسیٰ و اتین دینیہ کہتے ہیں۔

یہ بیچ کے مذہبی واسطے ہر مذہب کے لئے ایک مصیبت رہے ہیں،

اسی لئے ان کے عقیدے، اخلاقی اور حسن نیت کے باوجود حضرت مسیح نے

ایسے لوگوں کو دھتکار دیا تھا، لیکن ان کے پیرووں نے ایسا نہیں کیا، اگر
 آج حضرت عیسیٰ تشریف لائیں تو سیکل کے کتنے پجاریں بلکہ کاروباریوں کو
 نکال باہر کریں؟ ان انسانی واسطوں کے سبب تاریخ میں اکثر بلائیں، بلکہ
 خونریزیاں اور سفاکیاں وجود میں آئیں، جن کا تعلق خاندانوں سے بھی تھا،
 اور اقوام و مل سے بھی اور ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ سب خدا کے نام پر کیا گیا۔



تحریک اصلاح کا آغاز

اور ایک اہم کی آواز

جیسے یہ ایک فطری بات ہے کہ انسانی معدہ غیر مرغوب کھانے کو قبول نہیں کرتا ہے، اسی طرح یہ بھی قدرتی چیز ہے کہ انسانی ذہن بھی ناپسندیدہ افکار کو مضمّن نہیں کر پاتا۔ عیسوی جنگوں کے بعد کلیسا نور حق سے دوچار ہوا اور ان جنگوں کے سبب مسیحی ذہن کے سامنے جو آفاقہ کھلے ان میں اسے اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا اور حق پسند روحیں اسلام کی روشنی کی طرف اُٹل ہو گئیں، اور عیسوی جنگوں کی بھڑکائی ہوئی آگ نے کلیسائی نظام کو جھلس کے رکھ دیا، کلیسا کے حق مغفرت کے خلاوت سخت احتجاج ہوئے، اور عوامی جماعتوں نے ایک ایک کر کے کلیسا کے گناہ گنا شروع کئے اور ان میں کلیسائی تعلیمات کے فساد کا عقیدہ عام ہو گیا، اب انھیں معلوم ہو گیا کہ ان واسطوں کے بغیر بھی خدا انسان سے قریب ہے، اور اپنے پکارنے والے کی آواز سنتا ہے۔ پھر اس صورت میں واسطوں کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے، اور ایک پادری جو عام آدمی سے کم گنہگار نہیں، دوسروں کو پروا نہ نجات کیسے دے سکتا ہے! ان انقلابی خیالات کو

پادری یوحنا ہوس اور اس کے شاگرد جیروم نے سب سے پہلے عام کیا جن کا خلاصہ یہ تھا کہ: گناہوں کے دھونے میں کلیسا کو کوئی اختیار نہیں، بلکہ خدا کی رحمت اور توبہ ہی گناہوں سے پاکی اور نفس کی پاکیزگی کا صحیح راستہ ہے اور کلیسا میں گناہوں کا اعتراف وغیرہ محض خرافات ہے۔

کلیسا نے اسے بروقت محسوس کیا کہ یہ خیالات اس کے وجود اور اثر و نفوذ کیلئے سخت خطرہ ہیں، چنانچہ یوحنا کی بغاوت پر غور کرنے کے لئے "کونستانس" کی کونسل چار سال (۱۴۱۴-۱۴۱۸ء) تک چلتی رہی، اور بالآخر ان دونوں باغی علماء کے قتل اور آگ میں جلا دینے کا فیصلہ ہوا، اور حکومت نے کلیسا کے اس فیصلے کو نافذ کر کے ان دونوں کو عبرتناک طور پر قتل کر دیا۔

اس موضوع کو چھوڑنے سے پہلے میں انڈونیشیا کے مسیحی اور مسلمان علماء سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں، جو مسیحیوں کی "رواداری" کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو گئے ہیں کہ کیا مسیحیت کی تاریخ میں رواداری کا کہیں نام و نشان بھی ملتا ہے؟ یعنی انڈونیشیا میں جو مسیحی رواداری کی آواز گونج رہی ہے، کیا وہ رواداری خود مسیحیوں میں کبھی رہی ہے؟

لے واضح رہے کہ مصنف نے یہ کتاب انڈونیشیا میں رہ کر اور وہاں کے حالات سے متاثر ہو کر لکھی تھی اس لئے ان کا روئے سخن کہیں کہیں اپنے قریبی مخاطبوں کی طرف ہو گیا ہے۔ (مترجم)

اصلاح کا دوسرا مرحلہ فکری محاذ

یورپ کی مداخلت سے ایک طرف انگلستان کراہ رہا تھا، تو دوسری طرف فرانس اپنے بادشاہوں پر کلیسا کا کنٹرول دیکھ کر کڑھ رہا تھا، اس کے ساتھ ہی شمالی یورپ کا یہ خیال تھا کہ اس کی تہذیب دینی قدروں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے، اس لئے کلیسا سے مفر نہیں، دوسری طرف معاشرہ رجال کلیسا سے ناراض، اس کے سلوک سے نالاں اور اس کی تعلیمات سے گریزاں تھا، اس صورت حال میں اصلاحی کوششیں شروع ہوئیں اور سولہویں صدی میں ان خطوط پر کام ہونے لگا، جبکہ علمی و جغرافیائی تحقیقات و انکشافات کا بھی آغاز اور صلیبی جنگوں کے سبب عالمی پیمانے پر انسانی تعلقات کی ابتدا ہو رہی تھی، اس وقت کی اصلاحی تحریک میں یہ اشخاص پیش پیش تھے۔

۱۔ اریزم (۱۴۶۵-۱۵۳۶ء)

اس نے اپنی اصلاحی تحریک کا مخاطب روشن خیال حکمرانوں کو بنایا اور انہیں

ذہنی تربیت اور وسعت نظر کے لئے کتب مقدسہ کے مطالعہ کی دعوت دی، تاکہ وہ اصل
 مآخذوں سے اپنے عقائد کو سمجھ سکیں، اوزم ————— پوپ بیودیم کا دوست
 تھا، چنانچہ پوپ اس کے خیالات اور عبقریت کا بڑا قدر داں اور اس کے فکر و نظر کا مداح
 تھا، اسی لئے اوزم پوپ کے مقدس مقام کا بہت خیال رکھتا تھا، اور اپنے اصلاحی کام
 سے اس میں مداخلت نہیں کرتا تھا، یہ بھی کہتا تھا کہ یہ اصلاحی کام تو خود رجال کلیسا کو کرنا
 چاہئے، لیکن پوپ کے معتدل خیالات کو اوزم کے معاصر بوتھر (LUTHER) کی آواز نے
 جھنجھوڑ دیا، جس کے سبب اس نے اوزم کی حمایت بھی ترک کر دی۔

۲۔ ٹامس مور (۱۴۷۸-۱۵۳۵ء)

وہ انگلستان میں پیدا ہوا اور اصلاح کلیسا کے لئے معتدل راستہ اختیار کیا،
 اس نے یہ اعلان کیا کہ پوپ کا احترام اور اس کی قیادت واجب ہے، اور اس کی دینی
 حکومت سب پر نافذ ہونی چاہئے۔

۳۔ لوٹھر

وہ ۱۴۸۳ء میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا، لیکن اس کے باپ نے اسے
 اپنی ہمت سے کام لے کر قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹی بھیجا اور پڑھایا، لیکن لوٹھر کو
 قانون سے زیادہ الہیات سے بچسپی تھی، اور اسی کے مطالعہ میں منہمک رہتا تھا، اس کے
 دینی احساسات کو دیکھتے ہوئے کلیسا کو اس کی طرف توجہ ہونی اور اس نے اسے فلسفہ کا
 استاذ مقرر کر دیا، وہ کچھ عرصے فلسفہ کا بھی مطالعہ کرتا رہا، لیکن اسے فلسفہ کی صلاحیت پر

شک ہونے لگا، وہ اسٹلو کو ایک بت پرست سمجھتا تھا۔

اپنے مذہبی جذبات کی وجہ سے اس نے روم جا کر پوپ کی برکتیں حاصل کرنے کا ارادہ کیا لیکن روم پہنچ کر اس کے احساسات کو سخت دھکا لگا اس کا خیال تھا کہ اسے روم میں خشوع و خضوع اور ورع و تقویٰ سے واسطہ پڑے گا، لیکن اس کے برعکس اسے وہ گناہوں کا شہر دکھائی دیا جس میں گندی روئیں سستی تھیں، اور اس کے کلی کوچوں میں دین کی توہین ہوتی تھی، اور اس پر شک کیا جاتا تھا، اور گناہوں پر بجائے ندامت کے ہرأت و جسارت سے کام لیا جا رہا تھا، رومیانی پیشواؤں کو اس نے بجائے فرشتہ صفت ہونے کے گناہوں میں غرق پایا، چنانچہ اس المناک منظر سے اس کے جذبات مجروح ہوئے اور اس کے وجدان و شعور کو سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا اور نفس توامہ نے اس سے کہا کہ یہ سب دین اور دینداری نہیں ہو سکتا ہے، چنانچہ اس نے جرمنی آکر اصلاحی دعوت شروع کر دی لیکن کلیسا کا فساد بھی اس کا سچا پناہ چھوڑتا تھا، پوپ لیوڈم نے روم میں لپٹرس کے کلیسا کی تجدید کا ارادہ کیا تو اس کے لئے پروانہ مغفرت کی فروخت کا طریقہ اختیار کرنا چاہا اور ایک راہب کو یہ پروانے دیکر جرمنی بھیجا جس پر بوٹھرنے غضبناک ہو کر یہ اعلان کیا کہ گناہ تو ہر ندامت اور خدا کی رحمت کے سوا معاون نہیں ہوتے، اس کے ساتھ ہی اس نے پروانہ مغفرت کی فروخت کی مذمت کی اور اسے کلیسا کے دروازے پر لٹکا دیا جس سے رائے عامہ میں ایک ہلچل اور اضطراب پیدا ہو گیا اور ان کا شعور بھی بیدار ہو گیا، لیکن اس اقدام پر پوپ اور کلیسا بہت برہم ہوئے، اس کے اس گستاخانہ اقدام پر کلیسا نے ٹکڑے ٹکڑے تیش کے سامنے طلب کیا لیکن وہ بعض امرا کے کہنے سے عامہ عدالت نہیں ہوا، اس لئے عدالت نے بوٹھر کو اس کے

عمدے سے معزول کر دیا جس سے اس کے غصے کی انتہا نہ رہی اور اس کی مخالفت میں اور شدت پیدا ہو گئی، پھر اس کے جواب میں ۱۵۲۱ء میں نورمز کی کمیٹی مٹھی لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچی، البتہ اتنا ہوا کہ بادشاہ نے پوپ کے اعلان کے مطابق لو تھر کے شہریت کے حقوق چھین لئے، لیکن سکونیہ کا حاکم اس کا طرہ دار رہا، اس طرح اس مسئلے نے سیاسی رنگ اختیار کر لیا، امیر سکونیہ اس کا حامی تھا، لیکن ۱۵۲۹ء میں بادشاہ نے اپنا حکم نافذ کرنا چاہا، لیکن لو تھر کے ماننے والوں نے اسے اسے باز رکھا اور احتجاج کیا، اسی لئے وہ پروٹسٹنٹ کہلاتے ہیں۔ لو تھر کی موت کے بعد بادشاہ کیوجہ جنگوں سے فرصت ملی تو اس نے پروٹسٹنٹوں پر بڑا ظلم ڈھایا۔

لو تھر کے عقائد

- ۱۔ پوپ صرف ایک دینی شخصیت ہے، وہ حضرت مسیح کا خلیفہ نہیں۔
- ۲۔ کوئی دینی شخصیت اگر فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو اسے معزول کیا جاسکتا ہے۔
- ۳۔ دینی اشخاص کی نیک چلنی کی خاطر، لو تھران لوگوں کی شادی پر زور دیتا ہے۔
- ۴۔ رجال کلیسا کی طرف رجوع کے بغیر مسیحی کو انجیل سمجھنے کا حق ہے۔
- ۵۔ عشاءے ربانی مسیح کی فداکاری کا نشان ہے، لیکن اس کی روٹی اور شراب کو مسیح کا جسم اور خون قرار دینا مضحکہ خیز بات ہے۔

زونجلی

اس کی پیدائش سوئزرلینڈ میں ۱۴۸۴ء میں ہوئی اس نے کلیسا کے خلاف اپنی جدوجہد پر وائے نجات کی فروخت پر جاری کی جیسا کہ لوٹھر جرمنی میں ایسا ہی کر چکا تھا، وہ عشاءے ربانی کو موتِ مسیح کی یادگار اور جنسِ بشر کے کفارے کا رمز کہتا تھا، اپنے پیروؤں کو کیتھولکوں کے جھگڑے میں ۱۵۳۱ء میں مارا گیا۔

لوٹھر کی تحریک جرمنی میں اور زونجلی کی تحریک سوئزرلینڈ میں تھی، لیکن ان دونوں میں کبھی ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا، بلکہ یہ اصلاح کلیسا کا احساس تھا جو دونوں میں مشترک تھا۔

کالون (CALVIN)

یہ فرانس میں ۱۵۰۹ء میں پیدا ہوا، اس کی زندگی بھی لوٹھر کی زندگی جیسی نظر آتی ہے، اس نے بھی شروع میں شعبہ قانون میں داخلہ لیا تھا، لیکن لاہوت و بحسی کے سبب قانون کو چھوڑ دیا۔

جب اسے لوٹھر کی دعوت پہنچی تو اس نے اس کی حمایت میں بڑی سرگرمی دکھائی چنانچہ اس نے جنیوا کا سفر تصنیف و تالیف اور لوٹھر کے عقائد کی تقویت ہی کے لئے کیا تھا، اس کی تحریریں پروٹسٹنٹ کلیسا کے بنیادی لٹریچر میں شمار ہوتی ہیں، اس کا خیال ہے کہ حضرت مسیح، عشاءے ربانی میں اپنے جسم یا روح، کسی طرح بھی شریک نہیں ہوتے، اور عشاءے ربانی کا کھانا حضرت مسیح کی آمد کی ایک علامت ہے کہ

علمائے کلیسا اور علمائے اصلاح کے بارے میں یہ ایک مختصر جائزہ تھا، جو اس دینی اصلاح کی تحریک کو بھی شامل ہے، جسے صدیوں نے اپنی آنکھیں کھلنے کے بعد ناگزیر سمجھ کر شروع کیا تھا۔

اصلاحی تحریک کے نتائج

۱۔ پاپائے روم کی قیادت سے الگ کلیسے قائم ہونے جنہیں پروٹسٹنٹ اصطلاح میں انجیلی کلیسا کہا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنی تعلیمات، انجیل مقدس سے حاصل کرتا ہے۔

۲۔ اس کلیسا کے سربراہ کے اقوال کو کتاب مقدس کا تقدس حاصل نہیں۔

۳۔ کلیسا کی قیادت و عطا و ارشاد اور ہدایت و نصیحت تک محدود ہے۔

۴۔ مردوں پر "مقدسین" کی نماز اور ان کے لئے شفاعت کی مانگت اس لئے کہ "غفور" صرف خدا ہے۔

۵۔ نماز میں نہ سمجھ میں آنے والی زبان کا استعمال جائز نہیں۔

۶۔ رہبانیت جائز نہیں اس لئے کہ اس سے معصیت پیدا ہو سکتی، اور رجال دین کو خراب کر سکتی ہے۔

۷۔ کلیسا میں تصویریں اور ان کی عبادت ممنوع ہے۔

ایک اہم نکتہ

پروٹسٹنٹ کلیسا کی اصلاحات میں ان علمائے مسیحیت کے خیالات

قبول کئے گئے ہیں، جو کونسلوں کی نظر میں مردود و نامون قرار دینے کے لئے تھے، اس لئے اس کلیسا کو اصلاح کی خاطر یہ کچھ کرنا ناگزیر تھا کہ:

- ۱۔ سابقہ کونسلوں کے تمام فیصلوں پر نظر ثانی کرنا اور پھر پنا فیصلہ دینے۔
- ۲۔ ان اسباب و علل کا پتہ چلانے جن کی وجہ سے علمائے سمیت حضرت مسیحؑ کے غائب ہونے کے بعد عقیدہ و عمل میں ایجادات کرتے رہے، اور کتاب مقدس سے رجوع کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

۳۔ حضرت مسیحؑ کے نامے ہوئے دین کی تحدید و تجدید کریں۔

- ۴۔ انجیل اور ان کے مصنفین کی تاریخ، حیثیت و استخراج کریں، لیکن وہ ایسا کرنے کے یہاں سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کیوں نہیں کر سکے؟ جس کا جواب یہ ہے کہ ڈاکٹر نظمی لوقانے (جو اسلام پر ایک انسائیکلو پیڈیا تیار کرنا چاہتے ہیں) اس کی ابتدا "محمد رسالت اور رسول" سے کرتے ہیں، لکھا ہے کہ اصحاب عقیدہ کا صحیح بدل اسلام ہے، اور وہی انسان کے لئے قانون و شریعت بن سکتا ہے اس کے باوجود ان کو اسلام کی توفیق نہیں ہوئی، حالانکہ وہ بھی تلاش حق کے نام پر ہی بحث و تحقیق کر رہے تھے۔

اسی طرح ٹاسٹا نے مسیحؑ کی الوہیت کا انکار کیا، اور کہا کہ پولس نے حضرت مسیحؑ کی تعلیم کو سمجھا نہیں بلکہ اسے اور بگاڑ دیا، اس نے کلیسا پر بھی الزام لگایا کہ اس نے اصل تعلیم پر بدعتوں کا اضافہ کر کے انھیں گدلا اور خراب کر دیا، لیکن اسے بھی اسلام کی توفیق نہیں ہوئی، اور تلاش حق میں عمداً یا سہواً ناکام ہی رہا۔

ہیں انجیلی کلیسا سے بھی ایسی ہی توقع تھی، اس لئے کہ اس کی بنیاد ہی بغاوت

اور جذبہ تحقیق پر تھی۔

البتہ فرانسیسی مصور اور فن کار رائین دینیہ اپنے تیز شعور اور طلب صادق کی بنا پر اسلام تک پہنچ گئے، ان کے اسلام لانے کا واقعہ ان کے غیر معروف ہونے کے عہد کا نہیں، بلکہ فن کی نختگی کے زمانہ کا ہے، جب کہ دنیا کی تمام آرٹ گیلریوں میں ان کے فن پارے رکھے جاتے تھے، انھیں خیال ہوا کہ ان کے قلم سے خدا کی ایک تصویر بھی نکلے اس سلسلے میں انھوں نے نتب مقدسہ کا مطالعہ شروع کیا، اور ایک مسیحی جوگئے ہائے انھوں نے انجیل سے ابتدا کیا لیکن انجیل کی پیش کردہ خدا کی تصویر انھیں کچھ بھائی نہیں، اس لئے کہ اس میں خدا کو ایک بوڑھے اور عاجز شخص کی شکل میں دکھایا گیا ہے جس کے پیرے پر چھریاں پڑی ہوئی ہیں، انجیل کے بعد انھوں نے توراہ کا مطالعہ کیا تو اس میں خدا کی شکل یہ نظر آئی کہ گویا وہ ایک اژدھا ہے، جو دنیا کو ہمیشہ ڈستے رہنا چاہتا ہے، اس کے بعد انھیں قرآن پڑھنے کی توفیق ہوئی لیکن عربی نہ جاننے کی وجہ سے وہ اجزا لگے اور اپنی عربی درست کر لی، اور براہ راست قرآن کا مطالعہ کرنے لگے، قرآن میں سورہ اخلاص سے ان کی فنی عبقریت کو خدا کا عرفان ہو گیا، اور انھوں نے اجزا کی بڑی مسجد میں اپنے اسلام کا اعلان کر دیا، جہاں انھوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ کسب لایح سے نہیں بلکہ اپنے مطالعہ کے ذریعہ اسلام کی تصدیق کر رہے ہیں۔

بہر حال ہمیں لو تھر اور کالون سے یہ امید تھی کہ وہ موزیو رائین دینیہ کی طرح حق پرست نہ ہوئے تو کم از کم ڈاکٹر نظمی لوقایا اسٹائن اور رینان کی طرح تو ہوتے، ہنھوں نے اپنی تلاش میں حقیقت کو پہچان لیا تھا، اگرچہ اسے قبول نہیں کر سکے اس لئے میں لو تھر وغیرہ کی اصلاح کو ناچختہ اصلاح کہتا ہوں، اس لئے اس نے اسے علمی رنگاں اختیار نہیں کرنے دیا،

اہل کتاب کون ہیں؟

قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اہل کتاب کو مختلف انداز میں خطاب کیا گیا

ہے جیسے:-

اے اہل کتاب تم کسی مذہب پر نہیں جب تک
کہ تورات و انجیل اور اس کتاب پر نہ قائم ہو جاؤ
جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے
نازل ہوئی ہے۔

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى
تَقِيْمُوْا التَّوْرٰتَ وَاِلَّا تُحِجَّلُوْا
وَمَا اُنزِلَ
اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ

(مائدہ - ۶۸)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا
جو تمہیں بہت سی باتیں بتاتا ہے، جنہیں تم کتاب
میں سے پھپک ہو اور بتوں کو معاف کرتا
ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور
واضح کتاب آچکی ہے۔

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفَوْنَ
مِنْ الْكِتَابِ وَ يَعْضُوْعٌ كَثِيْرٌ قَدْ بَلَّغْنَا
مِنْ اٰتِنَا نُوْرًا وَّكِتٰبًا مُّبِيْنًا

(المائدہ - ۱۵)

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا

يَتَيْنُ لَكُمْ عَلَى فِتْرَةٍ مِنَ الرَّسُلِ

أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ

(المائدہ - ۱۹)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ

وَمَا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ إِلَّا مِنْ بَعْدِهَا

أَفَلَا تَعْقِلُونَ - (آل عمران - ۶۵)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ

تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - (آل عمران - ۷۰، ۷۱)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا

عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ أَمَّا الْمَسِيحُ عِيسَى بْنُ

مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ - (النساء - ۱۷۱)

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ -

(العنكبوت - ۲۶)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ

بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا

جو حقائق تمہارے سامنے رکھتا ہے رسولوں

کی ایک مدت کے بعد تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے

پاس کوئی بشارت والا یا ڈرانے والا نہیں آیا تھا

اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں

کیوں حجت کرتے ہو، جبکہ توراہ و انجیل اس کے

بعد اتاری گئی ہیں کیا تم اتنی ہی عقل نہیں رکھتے۔

اے اہل کتاب! تم جان بوجھ کر خدا کی آیتوں

کا انکار کیوں کرتے ہو، اے اہل کتاب! تم

حق کو باطل میں کیوں ملا دیتے ہو اور حق کو

جانتے ہوئے بھی کیوں چھپاتے ہو؟

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو مت کرو

اور اللہ کے بارے میں حقائق ہی کہو،

مسیح عیسیٰ بن مریم صرف خدا کا رسول تھا۔

اہل کتاب سے اچھے انداز سے بحث مباحثہ

کرو، مگر ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے ظلم

کیا ہے۔

اے اہل کتاب! اس پسیر کی طرف آ جاؤ جو

ہمارے تمہارے درمیان متفقہ اور مسلمہ ہے

کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اور کسی چیز

مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا
اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔

اس کا شریک نہ بنائیں، اور ہم میں سے کوئی
کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ اگر وہ
نہ مانیں تو کہو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(آل عمران - ۶۴)

یہاں یہ سوال ہے کہ یہ یوں سے اہل کتاب ہیں، جن کو قرآن اس کثرت سے مخاطب
کرتا ہے؟ لیکن جواب سے پہلے قرآن نے اہل کتاب پر جو حکم لگائے ہیں، اسے بھی دیکھنا
چاہئے، جیسے شرک کا الزام اس آیت میں لگایا گیا ہے:-

اتَّخَذُوا الْحَبَارَةَ هُرُوفًا وَمَا يُدْرِيكَ
بِذُنُوبِهِمْ وَلَا لِيُعْزَبَ عَنْكَ الْمُدْرِكُونَ
إِلَّا لِيُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
عَلِيمٌ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ يُرِيدُونَ
أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَسْبِغُوا
أَلْوَانَهُمْ إِلَّا أَنْ يَتَذَكَّرَ الْإِنْسَانُ
أَنْ يَرْجِعَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْحَقِّ وَرِئَاسَةً لِيُظْهِرَهُ عَلَى
الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔

انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو خدا کو چھوڑ کر
اپنا رب بنایا اور مسیح بن مریم کو، حالانکہ انہیں
صرف خدائے واحد کی عبادت کا حکم تھا،
جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی ذات ان کے
شرک سے بلند و برتر ہے، وہ اللہ کا نور اپنی
چونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ
اپنے نور کو مکمل کر دینا چاہتا ہے، اگرچہ کافر
کتنا ہی برا کیوں نہ انہیں، وہ ذات جس نے
اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ
بھیجا تا کہ وہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ
شرک ناپسند کریں۔

(التوبہ - ۳۱-۳۳)

اہل کتاب پر دوسرا الزام کفر و خسران کا عائد کیا گیا ہے:-

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ
أَوْ يَبُودُوا وَنَصَارًا فَآبٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا جَاءَهُ مِنَ الْبَيِّنَاتِ
وَيَكْفُرُ بِهَا كُفْرًا كَبِيرًا۔

اور یہود و نصاریٰ آپ سے اس وقت تک

حَدِيثٌ تَتَّبِعُ مَذَہِبَهُمْ قُلْ اِنَّ اِلٰهًا هَدٰى اِلَیَّ
 هُوَ الْهُدٰى، وَلَیِّنِ اَتَّبَعْتَهُ اَهْوَاؤُهُمْ
 بَعْدَ الَّذِیْ جَاؤَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ
 مِنْ اِلٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَحِیْرَ الَّذِیْنَ
 اَتٰنَا هُمْ الْكِتَابَ یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاؤَهُمْ
 اَوْ اٰلِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہِ وَّمِنْ یَّکْفُرُ بِہِ
 فَاذْلٰکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

(البقرہ - ۱۲۰، ۱۲۱)

ان آیات میں اہل کتاب کے بارے میں متعدد تصریحات ملتی ہیں، کبھی انھیں مشرک اور کبھی کافر اور کبھی اہل خسارہ کہا گیا ہے، اس لئے اس موقع پر اہل کتاب کی تعریف اور توضیح ضروری ہو گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قرآن، کن لوگوں کو اہل کتاب کہتا ہے؟ اسی کے ساتھ تقابلی مطالعہ مذاہب کے سلسلے میں ہم کس مسیحیت کا اسلام سے موازنہ کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام سے اس مشرقی مسیحیت کا (جو موازنہ روم اور قسطنطنیہ کے بجائے یروشلم اور انطاکیہ میں ظاہر ہوئی) کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مرحوم استاذ عباس محمود عقاد کہتے ہیں:-

”یہ بات بدیہی ہے کہ جو شخص اسلام اور مسیحیت کے لئے مذاہب کے تقابلی

مطالعہ کا طریقہ اختیار کرتا ہے، اسے مسیحیت کی دینی حالت بھی دیکھنی چاہئے

اور دعوت اسلامی کے جزیرۃ العرب میں ظہور کو دیکھے، ایسے کسی آدمی کے لئے

اسلام کو مسیحیت کی بدیہی شکل نہیں سمجھنا چاہئے۔“

وہ مزید کہتے ہیں:-

”یہی عقائد کے نشیب و فراز کا جو حال بھی ہو اور عہد بہ عہد کی تبدیلیوں کا

جو رنگ بھی ہو، لیکن اسلام سے موازنہ کے وقت جزیرۃ العرب اور اس کے

اس پاس کی مسیحیت ہی کو سامنے رکھنا چاہئے؛

یہاں یہ تین باتیں مد نظر رکھنی چاہئیں:-

۱۔ قرآن اہل کتاب کی اصطلاح ان قوموں کے لئے استعمال کرتا ہے جن کے لئے خاص نبی آئے تھے۔

۲۔ قرآن، معاندین اہل کتاب کو مشرک، کافر، اور فاسق قرار دیتا ہے۔

۳۔ مذاہب کے تقابلی مطالعہ کرنے والے کو عرب کی مسیحیت کو سامنے رکھنا چاہئے جس کا ظہور اسلام سے سابقہ ہوا تھا۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ مسیحیت، کوئی مستقل بالذات دین نہیں بلکہ وہ دین موسوی کی توسیع اور اس کا تسلسل و استمرار ہے، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ کو توراہ و انجیل دونوں دی گئی تھیں، اور انھیں بعض احکام میں ترمیم و اضافہ کا اختیار دیا گیا تھا، بہر حال دونوں ہی کتابوں میں وہ یہودی قوم کے ساتھ ہی مخصوص نظر آتی ہے۔

یہ بات قرآن اور انجیل دونوں میں مسلم ہے، قرآن میں ہے:-

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ - اور (عیسیٰ کو) بنی اسرائیل کی طرف رسول

(آل عمران - ۴۹) بنا کر بھیجا۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل

لے حقائق اسلام ۵۰۰، ۴۹

میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں اور اپنے
سے پہلے آنے والی توراہ کی تصدیق کرنے والا
اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا
لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا
بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ اسْمِي أَهْمَدُ

(الصف ۶) دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔

انجیل میں ہے کہ میں نبی اسرائیل کی کھولی بھڑوں کے لئے آیا ہوں!

اہل کتاب کی تعریف سے پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن اپنے سے پہلے
تمام کتابوں کو منسوخ قرار دیتا ہے، اور عقیدہ وشہادت کے بارے میں اپنے طور پر
تفصیلات فراہم کرتا ہے:

وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور
دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان
پر غالب کر دے اور اللہ کی گواہی بہت
کافی ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا۔

(الفتح ۲۸)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے قرآن اپنے بند
پر اتارا تا کہ وہ جہانوں کے لئے ڈرانے اور
آگاہ کرنے والا بن جائے۔

بَارِكْ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى
عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا۔
(الفرقان ۱)

جو لوگ اس رسول اور نبی امی کی اتباع کرتے
ہیں، جس کا ذکر اپنے یہاں توراہ و انجیل میں
پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ
الَّذِي يَمُودُ وَنَهَ مَلَكُوتًا عِنْدَهُمْ
فِي التَّوْرَةِ وَإِذَا يُنْجِلُ يَأْمُرُهُمْ

سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاک چیزیں
 حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور
 ان کے کندھوں سے ان کے بوجھ اور
 ان کی گردنوں کے طوق اتارتا ہے تو
 جو اس پر ایمان لائے، اور اس کی عزت
 و مدد کی اور اس کے ساتھ اتارے گئے
 نور کی۔ پیروی کی، وہی کامیاب ہیں،
 آپ کہہ دیجئے کہ۔ اے لوگو! میں تم
 سب کی طرف اس خدا کا رسول ہوں
 جس کے لئے آسمان و زمین کی بادشاہت
 ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جلاتا
 اور مارتا ہے تو اللہ اور اس کے امی رسول پر
 ایمان لاؤ جو (خود بھی) اللہ اور اس کے
 کلمات پر ایمان لاتا ہے، اور اس کے
 نقش قدم پر چلو شاید کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

بِالْمَعْرُوفِ وَبَيْنَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
 وَبِحِلُّ لُهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَبِحُرْمِ عَلَيْهِمُ
 النَّجَائِثِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ
 وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ
 فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ
 وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ
 أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ قُلْ يَا أَيُّهَا
 النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
 جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ
 وَالْأَرْضِ مِنْ دُونِ إِلَهِ الْأَهْلِيَّةِ وَمُحَمَّدٌ
 فَاْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ
 الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ
 لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

(الاعراف ۱۵۷، ۱۵۸)

اس طرح تمام انسان خدا کے دین — اسلام — میں داخل ہونے
 کے مخاطب ہیں، اور انسانوں میں وہ "اہل کتاب" بھی ہیں، جن کے پاس رسول اور
 کتابیں آئی تھیں، اس میں وہ بت پرست بھی ہیں جن کے پاس کوئی صحیح دین نہیں،
 وہ فلاسفہ بھی ہیں، جو الہی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے، وہ عام انسان بھی ہیں جنہیں دین

شریعت کا کوئی خاص شعور نہیں، اور اس طرح یہ دعوت ہرزبان، ہرزنگ و نسل، اور ہر ملک و ملت کے انسانوں کے لئے ایک صلئے عام ہے۔

آغاز اسلام کے وقت مسیحی کونسلوں میں عقائد کی بہت معرکہ آرا بحثیں ہو رہی تھیں، لیکن ہر کونسل کے ساتھ ہی، محرومین و ملعونین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا، اور نفرت و انتقام کی فضا بن رہی تھی، اور اس سب کے باوجود عقیدہ برابر بھول اور گنجلک ہی رہا، گزشتہ تہمید کے بعد میرا خیال ہے کہ قرآن کے "اہل کتاب" وہ ہیں، جن کے پاس بعثت محمدی سے پہلے رسول اور کتابیں آئی تھیں، اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے مخاطب بھی بعثت محمدی کے پہلے کے لوگ تھے۔

اور جو لوگ بعثت محمدی کے بعد عیسائیت اختیار کریں گے وہ اہل کتاب کی فہرست میں داخل نہیں ہوں گے، اس طرح اس اصطلاح کا مقصود رسالت اسلامیہ سے پہلے کی آسمانی کتابیں رکھنے والی جماعتیں تھیں جن کے سامنے اسلام کی دعوت شروع ہوئی۔ آج کے مسیحی "اہل کتاب" نہیں بلکہ "اہل حرب" ہیں — یہ میری ذاتی رائے ہے، اور یہ میری ان تحقیقات کا خلاصہ ہے جنہیں میں نے انڈونیشیا کی مجلس دعوتِ سلامی (مسجد ازہر جا کرتا) کے لئے تیار کیا تھا، امید ہے کہ میری معروضات پر غور ہوگا، کیونکہ اس سے معاشرتی اور سیاسی زندگی متاثر ہو سکتی ہے، اور ہر فکر و نظریہ کو جذبات سے زیادہ پہلے حقائق کی میزان میں تول لینا چاہئے، میرا خیال ہے کہ "اہل کتاب" کی تعریف انہی لوگوں پر ختم ہو گئی جنہوں نے رسولوں سے براہ راست تعلیم و تلقین حاصل کی تھی، اور اس کا خاتمہ اس طرح بھی ہو گیا کہ تمام انسانوں کو اسلام لانے کی دعوت دی گئی، اور اہل کتاب کے ایمان لانے کی وجہ سے بھی یہ تعریف ختم ہو گئی، اس لئے اب

میرے سامنے وہ "اہل کتاب" نہیں جنہیں میں قرآن کے الفاظ میں مخاطب کر سکوں کہ
 "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ"۔ الخ۔ اب جو جماعت موجود ہے
 وہ مشرکین کی ہے، جن کے مذہب کے بارے میں قرآنی فیصلہ ہے کہ خدا کا رسول تمام
 ادیان پر دین حق کو غالب کرنے کے لئے آیا ہے۔



اہل کتاب کے بارے میں قرآن کا موقف

قدر و اعتراف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا هُمُ الْكُتَّابُ مِنْ قَبْلِهِ
 هُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ، وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ
 آيَاتُ الْكِتَابِ إِذَا آمَنَّا بِهِ
 إِنَّا نَسُوا الْآيَاتِ الَّتِي
 كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ، أُولَئِكَ
 يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا
 صَبَرُوا، وَإِذَا رُزِقُوا بِالْحَسَنَةِ
 السَّيِّئَةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
 يُنْفِقُونَ، وَإِذَا سَمِعُوا لِلَّهِ
 أَعْرَاضًا وَعَنْهُ وَقَالُوا لَنَا
 أَعْمَالُنَا

جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی
 وہ بھی ایمان لارہے ہیں اور جب قرآن
 ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں
 کہ ہم اس پر ایمان لائے وہ ہمارے رب
 کی طرف سے آیا ہوا حق ہے جس پر ہم پہلے
 بھی ایمان لائے تھے، یہ لوگ دگنا اجر
 دیئے جائیں گے اپنے صبر کے بدلے میں
 وہ برائی کو اچھالی سے دفع کرتے ہیں
 اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے

خرچ کرتے ہیں، اور جب لغو باتیں سنتے
ہیں تو ان سے دامن بچاتے ہیں، اور کہتے
ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے
لئے تمہارے اعمال، تم پر سلامتی ہو ہم جاہلوں
کو پسند نہیں کرتے۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ اہل کتاب میں عابد و
زاہد لوگ بھی ہیں جو تکبر نہیں کرتے اور جب
رسول پر اتری ہوئی بات سنتے ہیں تو آپ
ان کی آنکھوں کو اشکبار دیکھیں گے حق کے
پہچاننے کی خوشی میں وہ کہتے ہیں کہ اے رب
ہم ایمان لائے ہمیں بھی اس کے گواہوں
میں لکھ لیجئے اور ہم کیوں نہ اللہ پر ایمان
لائیں اور جو ہمارے پاس حق آیا ہے ہم
اس کے آرزو مند ہیں کہ ہمارا رب ہمیں
صالحین کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا
تو اللہ نے ان کی طلب کے مطابق انہیں
جنتوں میں داخل کیا جن کے نیچے نہرں بہتی
ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور
نکو کاروں کا یہی بدلہ ہے۔

وَكَلَّمَ أَعْمَالَكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ۔

(التقصص ۵۲-۵۵)

ذَالِكِ بَيِّنَاتٍ مِنْهُمْ قَسِيصِينَ رَهَبَانًا
وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ، وَإِذَا سَمِعُوا
مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ
تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا
مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ، وَمَا لَنَا
أَلَّا نُؤْمِنَ بِإِلَهِهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ
الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا
مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ، فَاتَّابَهُمُ
اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
وَذَالِكِ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ۔

(المائدہ ۸۲-۸۵)

۲۔ معاندین کو تنبیہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
وَكُفْرَتُمْ بِهِ، وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ
بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنَ
وَاسْتَكْبَرْتُمْ، إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ.

(الاحقاف ۱۰)

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَ
كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا
مِّنْهُمْ لَكُفْرُونَ الْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ
الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُتَّعِبِينَ.

(البقرہ ۱۲۶-۱۲۷)

۳۔ عقیدہ الوہیت کی تصحیح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ

تمہارا کیا خیال ہے اگر یہ کتاب خدا کی طرف
سے ہو اور تم اس کا انکار کر دو حالانکہ
بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس
جیسی چیز کی گواہی دی اور اس پر ایمان
لایا اور تم نے تکبر سے کام لیا، اللہ تعالیٰ
ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو
اتنا ہی پہچانتے ہیں، جتنا اپنے بیٹوں کو
ان میں سے ایک فریق حق کو جانتے ہوئے
بھی چھپاتا ہے، حق آپ کے رب کی
طرف سے ہے تو آپ شک کرنے والوں
میں نہ ہوئے۔

انہوں نے کفر ہی کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ

هُوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ
 يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي
 وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ
 حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ
 النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ
 لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ
 ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمِمَّنْ إِلَهٌ إِلَّا لَهُ
 وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْبِتْهُوا عَمَّا يَقُولُونَ
 لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ فَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ
 وَيَسْتَغْفِرُونَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
 مَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ
 خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمَّةٌ
 صِدْقَةٌ كَانَا يَكْلَلِينَ الطَّعَامِ
 أَنْظُرْ كَيْفَ بُيِّنَ لَهُمُ الْآيَاتِ
 ثُمَّ انْظُرْ إِلَى يَوْمِ فَكْرٍ لَقَدْ أَنْعَدُوا
 مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ
 ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
 الْعَلِيمُ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا

مسیح بن مریم ہے، حالانکہ مسیح نے بنی اسرائیل
 سے کہا کہ تم اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا
 بھی رب ہے اور تمہارا بھی، جو بھی اللہ کا
 شریک ٹھہراتا ہے تو وہ اس پر جنت کو
 حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا
 اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، ان
 لوگوں نے بھی کفر کیا جو کہتے ہیں کہ اللہ
 تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ خدائے واحد
 کے سوا کوئی خدا نہیں اور اگر وہ اپنے
 کہنے سے باز نہیں آتے تو ان کے کفر کرنے
 والوں کو ضرور دردناک عذاب پکڑے
 گا، وہ اللہ سے توبہ اور معافی کیوں نہیں
 چاہتے، اللہ تو بڑا غفور رحیم ہے مسیح بن
 مریم تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی
 رسول گزر چکے ہیں ان کی ماں بھی صداقت
 شعار تھیں وہ دونوں (عام انسانوں ہی
 کی طرح) کھانا کھاتے تھے، آپ دیکھئے
 ہم ان کے لئے کس طرح آیات کی وضاحت
 کرتے ہیں، دیکھئے کہ وہ کس طرح الٹے پاؤں

پھرے جاتے ہیں، آپ کہئے کہ کیا تم خدا کے
سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے کسی
نفع نقصان کا نہیں، اور اللہ ہی سننے اور
جاننے والا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب!
اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور گمراہ قوم
کی اتباع نہ کرو جس نے بہت سے دوسروں
کو بھی گمراہ کیا ہے، اور وہ سیدھے راستے
سے بہک گئے۔

نصاری نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہے، یہ عرف
ان کے منہ کی باتیں اور منہ زوری ہے اور
وہ اپنے سے پہلے کے کافروں جیسی باتیں کر رہے
ہیں ان پر اللہ کی نارہمہ کہ کس طرح بہکائے
جاتے ہیں۔

فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا
أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ
وَاضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ
السَّبِيلِ .

(المائدہ ۷۲-۷۷)

وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ بْنُ اللَّهِ
ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهُونَ
قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ
اللَّهُ أَلِيُّ يَوْمِئِذٍ .

(التوبة ۳۰)

حقیقتِ عیسیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مسیح صرف ایک رسول تھے پہلے بھی کتنے

مَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ

لہ تفسیر فی ظلال القرآن میں اس مقام کی تفسیر دیکھی جائے، نیز ڈاکٹر عبدالحلیم محمود کی
"تفکیر فلسفی فی الاسلام" کے صفحات ۷۷-۷۵

رسول گزر چکے اور ان کی ماں صادق القول
تھیں وہ دونوں (بشر ہونے کے ناطے)
کھانا کھاتے تھے، دیکھئے ہم ان کے لئے
آیات کی کس طرح تشریح کرتے ہیں: پھر
یہ بھی دیکھئے کہ وہ کیسے بہکائے جاتے ہیں۔

عیسیٰ کی مثال اللہ کے یہاں آدم کی مثال
ہے جس کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا
ہو جاتا تو ہو گیا۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُلُ وَأُمَّهُ
صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انظُرْ
كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ
إِلَىٰ يَوْمَ تَكُونُونَ.

(المائدہ ۷۵)

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ
خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

(آل عمران ۵۹)

حضرت عیسیٰ کا موقف

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے
لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو
خدا بنا لو؟ مسیح نے کہا پاک ہے آپ کی
ذات میری یہ جرات نہیں کہ میں وہ کہتا
جس کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسا کہا
ہے تو آپ اسے جانتے ہوں گے آپ میرے
جی کا حال جانتے ہیں، لیکن میں آپ کے
دل کا حال نہیں جانتا، آپ ہی غیبوں کے

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ بَنُ مَرْيَمَ
أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَآمَتِي
أَهْلِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ
مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي
بِحَقِّ إِذْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ
تَعَلَّمَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي
نَفْسِهِ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ
مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ

جاننے والے ہیں، میں نے ان سے وہی کہا
 جسکا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس خدا کی
 عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور
 میں جب تک ان میں رہا اس کا گواہ رہا اور
 جب آپ نے مجھے وفات دی تو آپ ہی ان پر
 نگران تھے اور آپ ہر شے پر گواہ ہیں۔

اِنْ اَعْبُدُ وَاللّٰهُ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ وَكُنْتُ
 عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ
 فَلَمَّا لَوَّعْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيبُ
 عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

(المائدہ ۱۱۶-۱۱۷)

قرآن اور حضرت مریمؑ

الشرعائے کا ارشاد ہے:

مریم کے رب نے اسے اچھے انداز سے قبول
 کر لیا اور اسے اچھی نشوونما دی اور اس کی
 کفالت زکریا نے کی جب بھی زکریا محراب
 میں اس کے پاس جاتا اس کے پاس کوئی
 نعمت دیکھتا اور کہتا اے مریم! تمہارے
 پاس یہ کہاں سے آئی؟ وہ کہتی کہ اللہ کے
 پاس سے! اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب
 روزی دیتا ہے۔

اور جب ملائکہ نے کہا اے مریم! اللہ نے
 تجھے تمام بہانوں کی عورتوں میں منتخب کیا

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَاَنْبَتَهَا
 نَبَاتًا حَسَنًا وَاَكْفَلَهَا زَكَرِيَّا يَا كَلِمَةَ اَدْخُلْ
 عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجِدْ عِنْدَهَا
 رِزْقًا قَالِ يَا مَرْيَمُ اِنَّ لَكَ هٰذَا
 قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ
 يُرِزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

(آل عمران ۳۷)

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ
 وَطَهَّرَكِ وَاَصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ

ہے اے مریم! اپنے رب کی ہو جا اور
سجدہ اور رکوع کر رکوع کرنے اور جھکنے
والوں کے ساتھ۔

يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي
وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ۔
(آل عمران ۴۲-۴۳)

شرائع سابقہ کا ابطال

قرآن حکیم کا بیان ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔

(التوبہ ۳۳)

وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور
دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام
ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اسے
کتنا ہی کیوں نہ ناپسند کریں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا۔

(الفتح ۲۸)

وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور
دین حق دے کر اس لئے بھیجا تاکہ وہ
اسے ہر مذہب پر غالب کر دے اور اللہ
بطور گواہ کے بہت کافی ہے۔

وَإِنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ
وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ

اور ہم نے آپ پر کتاب ٹھیک ٹھیک تاری
جو اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرنے والی
اور اس پر نگران ہے تو آپ ان کے درمیان
اللہ کی کتاب سے فیصلہ کیجئے اور ان کی
نواہشات کی اتباع اپنے پاس آئے ہوئے

مِنَ الْحَقِّ - (المائدہ ۲۸) حق کو چھوڑ کر نہ کیجئے۔

حضرت عیسیٰ کی رسالت بنی اسرائیل تک محدود تھی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ -

(آل عمران ۴۹)

اور مجھے (عیسیٰ کو) بنی اسرائیل کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور یہ کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لے کر آیا ہوں۔

اہل کتاب کے کچھ جرم

قرآن مجید کا بیان ہے:

أَفْطَمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَقَدَّحُوا
فِرْيَاقًا مِّنْهُمْ لِيَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ
يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوا وَهُمْ
يَعْلَمُونَ - (البقرہ ۷۵)

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بات مانیں گے
حالانکہ ان کا ایک گروہ خدا کا کلام سنتا تھا
اور سمجھنے کے بعد بھی اس میں دانستہ تحریف
و تبدیلی کرتا تھا۔

اور یہودیوں میں سے جاسوسی کرنے والے
جھوٹ کہنے کے لئے اور دوسری جماعت
کے جاسوس ہیں، جو آپ تک نہیں آئے،
کلمات کو ہٹا دیتے ہیں، ان کی جگہ سے،
کہتے ہیں اگر تمہیں یہ ملے تو لے لو اور نہ ملے تو پوکو

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَاعُونَ
لِلْكَذِبِ سَمَاعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ
يَأْتُوا بِالْحَقِّ مِنَ الْكَلِمِ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِمْ
يَقُولُونَ إِنْ أُوتِينَا هَذَا فَخُذُوهُ
وَإِنْ لَمْ نُؤْتُوهُ فَاحْذَرُوا...

وہ جھوٹ بولنے کے لئے کان لگا کر سننے والے
اور سود کو رغبت سے کھانے والے ہیں اگر
وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ فیصلہ کر دیں
یا ان سے اعراض کریں۔

سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّمْتِ
فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ
عَنْهُمْ۔ (المائدہ ۴۱ - ۴۲)

قرآن کی نظر میں اہل کتاب و مسلمانوں کا اتحاد

قرآن کی تصریحات یہ ہیں:

یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں
ہو سکتے جب تک کہ آپ ان کی ملت کو ماننے
نہ لگیں۔

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ
حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔

(البقرہ ۱۲۰)

اور اگر آپ اہل کتاب کو ہر آیت و نشانی
دکھادیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کو نہ مانیں گے
اور نہ آپ ان کے قبلہ کو ماننے والے ہیں
اور نہ ان میں کا ایک فرقہ دوسرے کے
قبلہ کو ماننے والا ہے۔

وَلَنْ أُتِيَّتِ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ
بِتَابِعِ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعِ
قِبْلَةَ بَعْضٍ۔

(البقرہ ۱۲۵)

بہت سے اہل کتاب خواہش کرتے ہیں کہ
کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر
بنا دیتے، وہ حق کے ان پر ظاہر ہو جانے کے بعد
بھی ایسا حسد کی وجہ سے سوچتے ہیں۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ
مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كَفَارًا أَحْسَدًا مِّنْ
عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمُ الْحَقُّ۔ (البقرہ ۱۰۹)

قرآن اور مسلمانوں اور اہل کتاب کے تعلقات

ذہن و فکر کی سطح پر مسلمانوں کو یہ ہدایات ہیں:

وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔

اہل کتاب سے مجادلہ و مناظرہ شائستہ طریقے سے کرو مگر ان میں سے وہ جنہوں نے ظلم کیا، اور کہو کہ ہم ایمان لائے اس کتاب پر جو ہمارے اور تمہارے لئے اتری ہے اور ہمارا تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی

کے ماننے والے ہیں۔

(العنکبوت ۲۶)

عام تعلقات کے بارے میں مسلمانوں کو یہ طریق کار بتایا گیا:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔

اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں جھگڑتے اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے کہ تم ان سے نیکی اور انصاف کا

(الممتحنہ - ۸)

معاملہ کرو اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے

اس طرح معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے خوشگوار تعلقات کی دو شرطیں ہیں،

ایک یہ کہ وہ ہم سے دینی جنگ میں نہ مبتلا ہوں دوسرے یہ کہ وہ ہم پر کوئی زیادتی نہ کر چکے ہوں، اور اگر وہ یہ شرطیں پوری نہ کریں اور دعوتِ اسلامی کے لئے رکاوٹ بن جائیں تو قرآن کا یہ حکم ہے:

إِنَّمَا نِيَّهَا كُمْ اللَّهُ عَنِ الدِّينِ قَاتِلُكُمْ
فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ
وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ
تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُنَافِقُونَ -

(المتحنہ ۹)

وہ صرف ان لوگوں کے بارے میں جو دین
کے سلسلے میں تم سے لڑے اور تمہیں تمہارے
گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے کی
سازش کی، اسی بات سے روکتا ہے کہ
تم ان کے دوست بنو اور جو ان کا دوست
بتا ہے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

سیاسی تعلقات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا
فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الكتابَ يردُّكُمْ
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ - (آل عمران ۱۰۰)
لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ
مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ
ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ
إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرْكُمْ
اللَّهُ نَعْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ -

(آل عمران ۲۸)

اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب میں سے
کسی فریق کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں
ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔
مومن کافروں کو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوست
نہ بنائیں اور جو ایسا کرتا ہے اللہ سے اس کا
کوئی واسطہ نہیں، مگر یہ کہ تم کافروں سے
بچنے کے لئے ایسا کرو، اور اللہ تمہیں اپنی
ذات سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف جانا
ہے۔

آپ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے والی
قوم کو اس سے دوستی کرتے نہیں پائیں گے

لَا يَتَّخِذُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ

وَرَسُولُهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ وَأَبْنَاؤَهُمْ
 أَوْلَادِهِمْ أَوْ خِيَارَتَهُمْ أُولَئِكَ
 كُتِبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانُ وَأَيَّدَهُمُ
 بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ
 اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
 (المجادلہ ۲۲)

جو خدا اور رسول کی مخالفت کرتا ہے،
 اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی، یا ان
 کا خاندان ہی کیوں نہ ہو، یہی لوگ ہیں کہ
 جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو نقش کر دیا
 ہے، اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے
 اور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا
 جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ
 رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ
 سے راضی ہوئے یہی خدا کا گروہ ہے اور

یقیناً خدا کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔
 اے مومنو! انہیں دوست نہ بناؤ جنہوں نے
 تمہارے دین کو ہنسی مذاق بنایا ہے جو تم
 سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں، اور نہ کفار
 کو دوست بناؤ، اور اللہ سے ڈرو اگر
 تم مومن ہو۔

اور جو کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے
 دوست ہیں اگر تم ایسا نہیں کرتے تو زمینیں
 بڑا فتنہ و فساد ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ
 اتَّخَذُوا أَدِيْبِكُمْ هُرُوفًا وَعِبَابًا مِنَ
 الَّذِينَ أُولُوا الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ
 أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
 (المائدہ ۵۷)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْصَمُ
 بَعْضُ الْأَقْلَامِ تَكُنْ فِتْنَةً فِي
 الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ

(الانفال ۷۳)

فوجی اور جنگی معاملات

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ (البقرہ ۱۹۰)

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ
الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى
يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ
صَاغِرُونَ۔ (التوبہ ۲۹)

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ
قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ
بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَالْآخَرِينَ
مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ
يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُفْقَهُوا مِنْ شَيْءٍ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْفَى إِلَيْكُمْ وَإِنَّكُمْ
لَا تَظْلَمُونَ۔ (الانفال ۶۰)

اور اللہ کے راستے میں ان سے لڑو جو تم سے
لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو کہ اللہ ایسوں
کو پسند نہیں کرتا۔

جو اہل کتاب میں سے اللہ اور یوم آخر پر ایمان
نہیں لاتے، اور نہ اللہ و رسول کی حرام کی
ہوئی چیزوں کو حرام مانتے ہیں اور نہ دین
حق پر چلتے ہیں، تو ان سے اس وقت تک
لڑو جب تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے محکوم
ہو کر جزیہ نہ دیں۔

اور ان کے لئے جو قوت تم تیار کر سکتے ہو
کر دو اور گھوڑوں کو پال کر جس سے تم اللہ کے اور
اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو اور ان کے علاوہ دوسرے
(منافقین کو بھی) جنہیں تم نہیں جانتے لیکن
اللہ انہیں جانتا ہے، اور جو تم خدا کی راہ میں
خرچ کر دو گے وہ تمہیں ملے گا اور تم ظلم نہیں کئے
جاؤ گے۔

کسی نبی کو زیب نہیں دیتا کہ اس کے پاس
قیدی ہوں اور وہ زمین میں خون نہ بہائے
تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تو
آخرت کو چاہتا ہے، اور اللہ غالب
حکمت والا ہے۔

اگر آپ انھیں جنگ میں پائیں تو انھیں ایسی
سزا دیں کہ ان کے پیچھے والے بھاگ کھڑے
ہوں شاید انھیں سمجھ آئے اور اگر آپ
کسی قوم کی بد عہدی سے ڈرتے ہیں تو اپنا
عہد بھی ختم کر دیجئے اور جو اباسے لوٹا
دیجئے، اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ
فتنہ ختم نہ ہو جائے، اور صرف خدا ہی کا
دین نہ رہ جائے، اور اگر وہ رک جاتے ہیں
.... تو اللہ ان کے کئے کو جانتا ہے، اور
اگر وہ پیٹھ پھرتے ہیں تو جان لو کہ اللہ
تمہارا مددگار ہے وہ کیا ہی اچھا مددگار
اور پشت پناہ ہے۔

یہ اس وجہ سے کہ جنہوں نے کفر کیا انہوں نے

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَشْرَى
حَتَّى يُشْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ
عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُعِيدُ الْآخِرَةَ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔

(انفال ۶۷)

فَمَا تَتَّقُهُمْ فِي الْحَرْبِ فَتَرُدُّهُمْ
مَنْ خَلَفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ وَإِنَّمَا
تَخَافُ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٍ فَانذِرْ لَهُمْ
عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ

(الانفال ۵۷-۵۸)

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ
وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ
انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا اللَّهُ
مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ

(الانفال ۳۹-۴۰)

ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا

الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا
الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ
لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ فَأِذَا قُتِلِمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا فَضْرَبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا
أَخْتَمْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ فَمَا
مَّا بَعْدُ وَمَا فِدَاءٌ حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ
أُوزَارَهَا ذَٰلِكَ وَتُؤَيِّسُ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ
لَا تَنْصُرُ مِنْهُمْ وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ
بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ
يُعْضِلَ أَعْمَالَهُمْ-

(محمد ۳۱)

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا
يُخْفَر لَهُمْ مِمَّا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ
يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ
(الانفال ۳۸)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُتِلِمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا رَحْفًا فَلَا تُولُوهُمْ إِلَّا دُبَارَهُ

باطل کو مانا اور جو ایمان لائے انھوں نے
اپنے رب کے نازل کردہ حق کو مانا ایسے
ہی اللہ لوگوں کے لئے مثالیں دیتا ہے
تو جب تم کافروں کے مقابلہ پر ہو تو
گردنوں کا مارنا ہے اور ان کے قتل کے
بعد مشکیں باندھو پھر اس کے بعد یا تو لٹو
احسان رہا کرنا ہے یا فدیہ لینا ہے یہ
اس لئے ہے تاکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھنے
اور اگر اللہ چاہے تو اس سے بدلہ لے لے
لیکن وہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعہ
آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے، اور جو لوگ
راہِ خدا میں شہید ہوئے ان کے اعمال
ضائع نہ ہوں گے۔

آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ رک جاتے
ہیں تو ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے
جائیں گے اگر دوبارہ مرتکب ہوں گے تو
پہلوں کی مثال گزر چکی ہے۔

اے مومنو! جب تم کفار کے مقابل ہو جاؤ
تو ان کو پیٹھ نہ دکھانا اور جو اس دن نہیں

پیٹھ دکھا دے گا (الایہ کہ کسی جنگی جیلہ کے لئے
یا کسی جماعت سے ملنے کے لئے وہ ایسا
کرے) تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہو گیا
اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی
برا ٹھکانا ہے۔

وَمَنْ يُؤَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُورًا إِلَّا
مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ
فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَدَّ
جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

(الانفال ۱۶)

اہل کتاب سے متعلق مسلمانوں کو یہ ہدایات تھیں اور اگر ہم فرض کر لیں کہ
انڈونیشیا کے مسیحی بھی اہل کتاب ہیں، تو ہمیں اسلامی ثقافت کے علمبردار علماء سے
یہ کہنا ہے کہ وہ کچھ مسلمانان انڈونیشیا کے اس فیصلے پر اظہار خیال کریں، جس کے
رو سے کمیونزم اور مسیحیت کے ساتھ تعاون کو جائز کہا گیا ہے، تاکہ مسلم نوجوانوں
کے ذہنوں سے بے پروا مذہبی اور سیاسی لوگوں کے اثرات ختم کئے جاسکیں، اس بحث
کا خاتمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث پر کیا جاتا ہے۔ آپ
نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری
جان ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے، جب
ابن مریم تمہارے درمیان عادل حکومت
قائم کریں گے صلیب توڑیں گے، خنزیروں کو
قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے ماں کی اتنی
کثرت ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا

والذی نفسی بید لا یوشکن
ان ینزل فیکم ابن مریم
حکما مقسطا فیکسر الصلیب
ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة
ویفیض المال حتی لا یقبلہ
احد حتی تکون السجدۃ

ات جزیہ ختم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام یا تلوار کا حکم ہوگا، جزیہ قبول نہیں ہوگا۔

الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها^{لم}

اس زمانے میں ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے
بہتر ہوگا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لا تنزل طائفة من امتي
يقاتلون على الحق ظاهرين الى
يوم القيامة فينزل عيسى بن مريم
فيقول اميرهم تعال صل بنا
فيقول لا: ان بعضكم على بعض امراء
تكرمة الله تعالى لهذه الامة^ه۔

رسول اللہ نے فرمایا میری امت کی ایک
جماعت برابر حق کے لئے جنگ کرتی رہے گی
اور قیامت تک غالب رہے گی، پھر عیسیٰ
بن مریمؑ نازل ہوں گے تو مسلمانوں کی
جماعت کا امیر ان سے کہے گا آئیے ابھاری
ناز کے امام بنئے تو فرمائیں نہیں بلکہ تمہی ایک
دوسرے کے امیر ہو۔ یہ اس امت کے لئے
الشر تعالیٰ کا اعزاز ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

انا ولى الناس بعيسى بن مريم
في الدنيا والاخرة والانبياء اخوة
لعلات أمهاتهم شتى ودينهم
واحد^ه۔
میں تمام لوگوں میں عیسیٰ بن مریم سے سب سے
زیادہ قریب ہوں دنیا میں بھی اور آخرت
میں بھی اور تمام انبیاء باپ شریک بھائی
ہیں، جن کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں
لیکن ان کا دین ایک ہے۔

ابو مالک و بخاری و مسلم و ابوداؤد۔ ۲۵ مسلم ۳۵ بخاری

چند افکار و خیالات

غیر جانب دارانہ طرز تحقیق

اس کتاب کے لکھنے کے بعد مجھے ایک دوست کا خیال آیا جو ازہر سے یہودیت پر لیسرچ کرنا چاہتے تھے، اور بہت متحیر تھے، ان کی حیرانی کی وجہ یہ تھی کہ آج کی سیکولر یونیورسٹیاں بحث میں "دین" کے معاملے میں بھی غیر جانبداری کی طالب ہوتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ طالب علم کی تحقیق پر اس کے عقیدے کی کوئی پرچھائیں بھی نہ دکھائی دے، لیکن میرا دوست ایک دیندار نوجوان اور دین اس کے قلب و نظر اور ذوق و وجدان میں سرایت کئے ہوئے تھا، اور اس طرح اس کی پوری زندگی دینداری کا نمونہ تھی، اب وہ اپنی دینداری اور دین پسندی سے کیسے کنارہ کشی کر لیتا! چنانچہ انھوں نے اپنا مقالہ چھوڑ کر ایک قدیم مسلم صوفی حکیم ترمذی پر اپنا مقالہ لکھا۔

مسیحیت پر مسیحی علماء و مورخین سے بحث کرنے اور یہ دکھانے کے بعد کہ مسیحیت اپنی رہائی شکل سے ہٹ کر ذاتی اور قومی رنگ میں کس طرح آگئی اور کس طرح انجیل کو

بھلا یا گیا، مجھے اپنے دوست کی دینی نچنگی کی قدر ہوئی، اور یہ تمنا ہوئی کہ کاش مسیحی بھی اسی دینی استقامت کا مظاہرہ کرتے، اور مسیحیت پر غیر جانبدارانہ تحقیق کے ذریعہ اصحابِ ضمیر کو بیدار کرتے اور غلطیوں کے ارتکاب کی راہ بند کر دیتے۔

اسی کے ساتھ یورپ کی "غیر جانبدارانہ" تحقیق کی خرابیاں بھی میرے سامنے آئیں اور جس کے پردے میں گولڈزیہر وغیرہ نے علمی اور تحقیقی جرائم کرنے کا بہانہ حاصل کر لیا ہے، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ یورپ اس غیر جانبداری کو ہوا دے کر مسلم نوجوانوں کو ان کے دین سے بیزار کرنا چاہتا ہے، لیکن خود یورپی علماء کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی تحقیق میں اس نا جانبدارانہ طریقہ کو نہ ملحوظ رکھتے ہیں، اور نہ ان کا مقصد حق طلبی ہوتا ہے، بلکہ ان کی تحقیقات کے پیچھے ایک خائن اور پرفریب روح چھپی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے صریح نصوص کی غلط تاویل سے بھی باز نہیں آتے جیسے گولڈزیہر کتاب "مذہب تفسیر" میں ایک نص سے یہ معنی نکالتا ہے کہ احادیث بہت بعد میں وضع کی گئی ہیں، اور وکیع کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ زیاد بن عبداللہ کو ان کے شرف کے باوجود جھوٹا کہتے ہیں، حالانکہ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں کہ ایک آدمی معاشرے میں شریف بھی ہو اور جھوٹا بھی، اس الزام کے جواب میں ڈاکٹر مصطفیٰ بسامی نے اپنی کتاب "السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي" میں وکیع کی اصل عبارت پیش کی کہ "قال وکیع وهو — ای زیاد بن عبداللہ — اشرف من ان یکذب" یعنی وکیع کا کہنا ہے کہ زیاد بن عبداللہ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ وہ کذب بیانی سے کام لیں۔

لیکن گولڈزیہر نے عربی سے ناواقفیت یا دانستہ غلط بیانی سے کام لے کر

نص کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

اس رسالہ کی تحریر کے وقت یہ خیال بھی شدت سے ذہن میں آیا کہ آزادانہ تحقیق کا تو مسیحی اداروں نے، اور احترامِ علم کا کلیسا کے آدمیوں نے خصوصاً پاپائے روم کے دینی و ذنیوی اختیارات حاصل کر لینے کے بعد تقریباً خاتمہ ہی کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اپنے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سپرد کی جاسکتی ہے؟

مذہب کا تقابلی مطالعہ

اسی طرح مغرب و شرق میں آج کل مذہب کے تقابلی مطالعہ کی پرفریب اصطلاح چلی ہوئی ہے، اس پر مجھے خیال آیا کہ قرآن مختلف ادیان کا وجود ہی نہیں تسلیم کرتا وہ تو صرف ایک ہی دین کو اصل اور دین حق سمجھتا ہے۔

اور آپ سے پہلے جو رسول بھیجے انھیں یہی	وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ
دجی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے	إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ إِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
میرنا ہی عبادت کرو۔	فَاعْبُدُونِ - (الانبیاء ۲۵)
اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے تھے	وَأَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
ان سے پوچھ لیجئے کہ کیا اللہ کے سوا ہم نے	رُسُلِنَا أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ
اور خدا بھلی بنائے تھے کہ جن کی پوجا کی جائے۔	إِلَهَةً يُعْبَدُونَ - (الزخرف ۲۵)
دین حق اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور	إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا
اس کتاب نے اختلاف علم آجانے کے بعد	اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مَنِ بَعْدَ

صرف بغاوت کے جذبے سے کیا اور جو
الشركی آیات کا انکار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اہل کتاب نے اختلاف نہیں کیا مگر دلیل
واضح (قرآن) آنے کے بعد حالانکہ انھیں
صرف الشركی عبادت کا حکم ہوا تھا اسی کے
لیئے دین کو خالص کر کے اور برابر ابھی ہو کر
اور یہ کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور
یہی دین ہے صحیح اور راست لوگوں کا۔

کیا الشرك کے دین کے سوا چاہتے ہیں حالاں کہ
خوشی یا ناخوشی سے زمین و آسمان کی ہر چیز
سرخمیدہ ہے اور اسی کی طرف لوٹیں گے
کہئے کہ ہم الشرك پر ایمان لائے اور اس پر
جو ہم پر اترا ہے اور جو براہیم و اسماعیل
اسحاق، یعقوب اور اسباط پر اترا ہے اور
موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے نبی اپنے رب کی
طرف سے دیئے گئے ہم ان میں سے کسی
کے درمیان تفریق نہیں کرتے، اور ہم الشرك
کے تابع حکم میں اور جو اسلام کے علاوہ کوئی

مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ
يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ - (آل عمران ۱۹)

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ وَمَا
أَمْرُهُ إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ
الْدِينَ خُنْفَاءً وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَكَرَ دِينَ الْقِيَمَةِ
(البینہ ۴-۵)

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ
مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا
وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ قُلْ أَمَّا
بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ
مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ
رَبِّهِمْ لَا تَفَرَّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ
وَمَنْ يَبْتَغِ
غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

(آل عمران ۸۳-۸۵)

دین چاہتا ہے تو اس کی طرف سے وہ ہرگز
قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں
خسارہ والوں میں سے ہوگا۔

وَشَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ
نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا
وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى
أَنْ أَقِمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ
كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ
اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي
إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًّا
بَيِّنَةً

وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ
بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِمَّنْ مَرَّبٍ۔

(الشوریٰ ۱۳-۱۴)

جس کی طرف انھیں بلاتے ہیں، الٹراپنی طرف
کھینچ لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے، اور اسے
اپنی راہ دکھا دیتا ہے، جو اس کی طرف
رجوع کرتا ہے، اور غیر مسلم علم کے آجانے
کے بعد ہی مختلف فرقوں میں بٹ گئے
آپس میں سرکشی کے، اور جو لوگ ان کے بعد
کتاب دے گئے وہ اس دین کے بارے میں
شک میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

آیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ قرآن میں اس کا کوئی اشارہ نہیں کہ یہاں
کئی ادیان ہیں، چنانچہ قرآن کے مطابق تمام انبیاء اسی لئے آئے کہ لوگ خدا کی
عبادت کریں، سورہ شعراء میں بھی اس وحدتِ دین کی مکمل تصویر دکھائی گئی ہے

پھر اس صورت میں "ادیان" کے مقابلہ کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے، اور اگر ایسا کیا جائے تو سوا گمراہی کے اور کیا ہاتھ آسکتا ہے؟ وہی بعد الحق الا الضلال۔؟

اس لئے میں اس عنوان کا سخت مخالف ہوں اور اسے مسلم نوجوانوں کے لئے ایک "علمی سازش" سمجھتا ہوں، جسے گمراہ کن اکیڈمیوں نے مسخ شدہ مذاہب اور ثقافتوں کو رواج دینے کے لئے ایجاد کیا ہے۔

چنانچہ میں نے جنوبی سہاڑا کے شہر پالمبانگ کی یونیورسٹی کے تھیولوجی ڈپارٹمنٹ (شعبہ دینیات) میں اس عنوان کو ختم کر کے مسلم مسیحی جیسے ایتن دینیہ یا غیر مسلم مسیحی جیسے ڈاکٹر نظمی لوتکا کے بیانات کی تحقیق کا شعبہ قائم کر دیا تھا، اس لئے کہ علمی و تاریخی طور پر ہمارے سامنے متعدد ادیان کا کوئی وجود نہیں، اور دین واحد صراط اسلام ہے۔

صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً
 (البقرہ - ۱۳۸)

یہ اللہ کا رنگ ہے اور.....
 اس سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے؟

مذہبی رواداری کے دعوے

محض توحید کے اقرار کی پاداش میں پادری اریوس اور اس کے ساتھیوں کو ان کے عہدوں سے محروم کر دیا گیا اور اس کے بعد کلیسا نے محروم کرنے کا یہ طریقہ اپنے ہر مخالف کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا، بادشاہ، وزراء اور علماء سبھی اس کی زد میں لائے گئے، اور کلیسا نے تفتیش کے ادارے بھی قائم کئے تاکہ ان کے

ذریعہ اپنے مخالفین کا پتہ لگا کر انھیں زندہ جلایا جائے، یا انھیں زندگی کی سہولتوں سے محروم کر دیا جائے، خود صلیبی جنگوں سے بھی ظالم مغربی کلیسا اور مظلوم شرقی کلیسا کی باہمی عداوت صاف ظاہر ہو چکی ہے۔

پوپ کے کلیسا نے پروٹسٹنٹوں کو آگ میں جلایا اور ان کا ایک لیڈر کیتھولک سے لڑائی میں مارا گیا۔

پوپ پال کو سائے کیتھولک عورت کا نکاح آرٹھوڈاکس اور پروٹسٹنٹ مرد سے ناجائز قرار دیدیا، ان اشاروں سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مسیحی معاشرے میں تاریخی طور پر دینی رواداری کا کوئی وجود نہیں ملتا، لیکن انڈونیشیا کی مسیحی اقلیت مذہبی رواداری کا نعرہ برابر بلند کر رہی ہے، اور سیاسی حالات کی مجبوری سے مسلمان بھی اس نعرہ کا ساتھ دے رہے ہیں، اس کتاب کی تحریر کے وقت یہ خیالات میرے ذہن میں آئے:

- ۱۔ کیا بغیر مسیحی آبادی کے گرجوں کی تعمیر مذہبی رواداری ہے؟
- ۲۔ کیا مسیحی دوشیزاؤں کا مسلم نوجوانوں کو ورغلانا مذہبی رواداری ہے؟
- ۳۔ کیا کسی مسلمان عورت کا کسی مسیحی نوجوان سے شادی کے لئے اصرار مذہبی رواداری ہے؟

- ۴۔ دیہاتوں میں تاجروں اور کسانوں کو جو چاول، دودھ، اور قرضے دینا (خصوصاً قحط وغیرہ کے دنوں میں) کیا اسے مذہبی رواداری کہنا چاہئے؟
- ۵۔ مسیحی لٹریچر، اسکول، فلم، ریڈیو کے گانے، اور ٹیلی وژن کا مسیحی پروگرام بھی مذہبی رواداری کا ایک حصہ ہے؟

۶۔ مسلمانوں کی ایک جماعت مسیحیوں کے ساتھ تو رواداری برت رہی ہے مگر اس کے ایک "عالم" نے "جماعتِ محمدیہ" پر لعنت کی اور کہا کہ وہ "شیطان کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر جماعتِ محمدیہ کے ساتھ اشتراک پر کسی طرح تیار نہیں" میں پوچھتا ہوں کہ وہ رواداری مسلمان آپس میں کیوں نہیں برت رہے ہیں، جبکہ وہ اسلامی اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے بھی ہیں۔؟

۷۔ نام نہاد علمائے اسلام (انڈونیشیا) کی طرف سے اس بات پر میری مخالفت کی جاتی ہے کہ میں "ماشومی" پارٹی کے ساتھ کام کرتا ہوں، لیکن غیر ملکی پادریوں کے خلاف انھیں ذرا بھی غم و غصہ نہیں، وہ میرے نکالنے کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن سحیت کے مبلغوں کو کام کرنے کی کھلی چھوٹ ہے؟ اپنے ساتھ اس سلوک پر مجھے وہ حدیثیں یاد آئیں جو اس صورت حال کے مناسب تھیں، جیسے حضور نے فرمایا:

یوشک ان تداعی علیکم الأمم
 لما تداعی الأكلة علی قصعتها قالوا
 أمن قلة نحن یا رسول الله قال
 لا بل انتم یومئذ کثیر و لکنکم
 عنشاء کفشاء السیل۔

قریب ہے کہ تم پر قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی
 جیسے کھانے والے پیالے پر گرتے ہیں،
 نسا پڑنے سوال کیا کہ کیا یہ ہماری قلت
 تعداد کے سبب ہوگا؟ فرمایا نہیں بلکہ تم
 ان دنوں بہت ہو گے، لیکن قوت کے
 لحاظ سے سیناب کی جھاگ کی طرح ہو گے۔

اور دوسری حدیث میں حقوقِ مسلم کی اس طرح تاکید کی گئی تھی:

مسلمان کا بھائی ہوتا ہے وہ نہ اس پر
ظلم کرتا ہے نہ اسے کسی ظالم کے سپرد کرتا ہے
اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں ہوگا
تو اس کو اس کی حاجت روائی میں ہوگا اور جو
کسی مسلمان کی کوئی پریشانی دور کر دے گا
تو اللہ تعالیٰ قیامت کی پریشانیوں میں
اسے کسی پریشانی سے اسے نجات دے گا
اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا
تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ
پوشی کرے گا۔

المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا
ييسره ومن كان في حاجة أخيه
كان الله في حاجته ومن فرج
عن مسلم كربة فرج الله عنه
كربة من كرب يوم القيامة ومن
ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة

دینی رواداری وہ نہیں ہے، جو "نساکم" پارٹی کی سیاست سے متفق علماء کہتے
ہیں، اور لکم دینکم ولی دین" کی غلط تاویل کرتے ہیں، اور نہ رواداری کا
مطلب یہ مذہبی آزادی ہے کہ آدمی روزانہ ایک دین بدلتا رہے، بلکہ اس کا مطلب
یہ ہے کہ آسمانی مذاہب کے ماننے والوں کی مذہبی آزادی ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں
میں عبادت کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ دعوتِ اسلامی کے مزاحم نہ ہوں، ورنہ وہ اپنی
آزادی کھو بیٹھیں گے، انڈونیشیا کے کچھ ایسے ہی "علماء" نے اس وقت اعلان
کیا تھا کہ :

۱۔ وہ فلسفہ رواداری کے ماتحت مسیحیت سے اشتراک عمل کر سکتے ہیں حالانکہ

یہ وہی مسیحیت ہے جو حق کو چھپاتی ہے، فضائل اخلاق کو مٹاتی اور انسانی شرافت کو پامال کرتی ہے۔

۲۔ انھوں نے مسیحیت کو اپنے تمام ہتھیاروں (غذا، شفاخانے، لٹریچر، اسکول اور عورتوں) کے ذریعہ تبلیغ کی اجازت دیدی۔

۳۔ انھوں نے مسیحی اثرات میں آکر قرآن کریم کی غلط تاویل و تفسیر کی تاکہ اس میں مروجہ "رواداری" دکھا سکیں۔

۴۔ وہ ایسے مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، جو ان کی خود ساختہ "رواداری" کا ساتھ نہیں دیتے اور "نساکم" کی تحریک سے متفق نہیں۔ ایسے علماء سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ عیسائیوں کی طرح آپ ان کے درمیان اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں؟ اور اگر یہ نہیں تو وہ جید علماء کے لئے تبلیغ دین کا موقع کیوں نہیں فراہم کرتے۔ میرے دل میں اس قسم کے خیالات اکثر گزرتے رہتے ہیں کہ یہاں کے علماء کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ شیطان کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہیں، لیکن ڈاکٹر ہمکا اور متولی شلیبی کے ساتھ وہ اس کے لئے تیار نہیں۔

غیر مسلموں سے تعلقات کی حد فاصل

اہل کتاب کے بعد غیر مسلموں میں مجوسی اور بت پرست آتے ہیں جن کے بارے

میں ساتویں باب میں ہم قرآن حکیم کے احکام لکھ آئے ہیں، یہاں میرے دل میں وہ سوال آیا جسے مجھ سے انڈونیشیا کے مبلغ اسلام شیخ محمد ناصر نے پوچھا تھا کہ امن و جنگ کے زلمے میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات کی حد کیا ہے؟

مرحوم استاذ عباس محمود انقادی نے اپنی کتاب (حقائق الاسلام وابطال
 خصومه، ۱۲۲۷، ۲۵۳) میں اس پر لکھا ہے، اسی طرح انھوں نے (الفلسفۃ
 القرآنیۃ، ۱۰۸، ۱۱۴) میں بھی اس موضوع پر لکھا ہے، ڈاکٹر عبدالشہد دراز نے
 ایک رسالہ "مبادئ القانون الدولی العام" کے عنوان سے لکھا تھا،
 شیخ محمود شلتوت نے "العلاقات الدولیۃ فی الاسلام" اور استاذ احمد ناری
 "القتال فی الاسلام" کے عنوان سے اس موضوع پر بڑی فاضلانہ تحریریں پیش
 کی ہیں۔

اہل کتاب اور غیر مسلموں سے تعلقات

ایسے غیر مسلموں کے بارے میں سورۃ مجادلہ کی آیت ۲۸ تعلقات کی تفسیر
 کرتا ہے کہ ان کو اسلام یا پھر جنگ کا الٹی میٹم دیا جائے گا، چنانچہ کیونسٹوں، مسیحیوں
 سے پیکنگ تک کی قسم کے تعلقات جائز نہیں۔

ابتداءً "اہل کتاب" جو آسمانی مذہب رکھتے ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ اسلامی
 حکومت میں امن و صلح سے رہتے ہیں، اور دعوتِ اسلامی کی راہ کے روڑے نہیں بنتے
 اور اقتصادی، فکری، لحاظ سے کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کرتے تو وہ ہماری ہی طرح وہ
 اسلامی حکومت کے حق دار باشندے ہوں گے، اور ان کو پوری مذہبی آزادی ہوگی۔
 لیکن اگر وہ بے جا ترغیبات سے کام لیں، اگر اسلام کی مخالفت کرتے ہیں،
 یا سیاسی طور پر اسلام کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں، تو ان سے جنگ ضروری ہو جاتی
 ہے، جیسا کہ سورۃ الممتحنہ کی آیات ۸، ۹ سے معلوم ہوتا ہے، تو تعلقات کی سدِ حال

یہ پتھری کہ غیر مسلموں سے اس وقت تک جنگ نہیں کی جائے گی، جب تک کہ وہ دعوتِ اسلامی کی مخالفت کر کے لوگوں کو راہِ ہدایت سے روکتے نہیں۔

رہے بدھ ازم، مجوسیت اور اس جیسے دوسرے مذاہب کی تو اسلام کی نظر میں ان کی کوئی قیمت نہیں، اور ان سے ہمارے کسی طرح کے تعلقات نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ ابوسفیان حالتِ مشرک میں ایک بار مدینہ منورہ اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس آئے، جو سرورِ عالم کے نکاح میں تھیں، انھوں نے حضور کے بستر پر بیٹھنا چاہا، لیکن ام حبیبہ نے اسے پیٹ دیا اور ان سے کہا کہ "آپ نجس ہیں اس لئے کہ آپ مشرک ہیں" اگر تعلقات کی اجازت ہوتی تو ام حبیبہ اپنے سفر کی صعوبتوں کو جھیل کر آنے والے باپ کی ضروریات کرتیں۔

اشتراکیت اور کمیونزم اسلام کی نظر میں کفر و شرک سے بھی زیادہ بدتر تحریک ہے، اس لئے کہ اشتراکیت فطرتِ انسانی سے گریز کرنا سکھاتی ہے، اور اس کی خدا بیزاری ہر اس مسلمان کو اس سے بیزار کرنے کے لئے کافی ہونی چاہئے جس کے دل میں ایمان کا کوئی ذرہ اور اسلامی غیرت کی کوئی چنگاری رہ گئی ہو۔

یہودیت و مسیحیت، اگرچہ وہ اپنے اصل راستے سے بالکل ہٹ گئی ہیں لیکن کسی درجے میں بہر حال خدا پرستی ان میں موجود ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اسلام کے دشمن ہیں، لیکن قرآن و حدیث میں ان کے ساتھ ہمارے تعلقات کی نوعیت متعین کر دی گئی ہے، جس کے ہم پابند ہیں، جنہیں دونوں نکات میں متعین کر سکتے ہیں:

۱۔ اگر وہ سرکشی چھوڑ کر امن و صلح پسندی کے ساتھ رہیں، تو ان سے خوشگوار

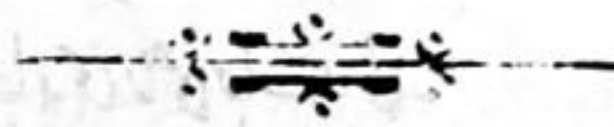
تعلقات کی اجازت ہے جن کی بنیادیں امن دوستی اور احترام انسانیت
جیسی قدروں پر قائم ہوں۔

۲۔ اور اگر وہ کسی طرح کی بدعہدی کرتے ہیں، تو ان سے جنگ ضروری ہوگی اور
قیامت تک جاری رکھی جائے گی۔

ان احکام کے پیش نظر اس ذہنی اجتماع کی ناکامی جسے انڈونیشیا کے ایک
وزیر نے حکومت کے اشارے اور مسیحیوں کی طلب پر منعقد کیا تھا، اور جس میں
مسیحیوں نے کہا تھا کہ ہم لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے خدا کی طرف سے مامور
ہوئے ہیں، آیا مسیحیوں کی جانب سے مسلمانوں کو اعلان جنگ تھا، اس لئے کہ
انہوں نے اس طرح حکومت کے ساتھ کئے ہوئے، تعاون اور پرامن بقائے نام
کے معاہدہ کو انڈونیشیا کی سرزمین پر پامال کر دیا، ہم مسلمانوں نے تو ان کو آزاد
زندگی بسر کرنے، گرجوں میں جانے، مدارس کھولنے، اسپتال قائم کرنے،
اجازت دے رکھی تھی، لیکن انہوں نے اس سے آگے بڑھ کر خود مسلمانوں
مسیحیت کی تبلیغ شروع کر دی، اور اس طرح مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے
معاہدہ کو توڑ دیا، اب اس صورت میں کسی مسلمان کو _____ خواہ
کسی درجے کا کیوں نہ ہو _____ یہ اختیار نہیں رہ جاتا کہ وہ اپنے
میں مسیحیوں کے ساتھ اشتراک عمل کرے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کا
انہیں میں سے ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَتَوَلَّ يَدْرِكْكُمْ فَأِنَّ
اور جو ان کی دوستی کا دم بھرے گا
مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
انہی میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ کو

(المائدة ۵۱)



مصادر ومراجع

- | | |
|-------------------------------|---------------------------------------|
| | ١- قرآن كريم |
| | ٢- في ظلال القرآن |
| شيرين قنابل | ٣- السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي |
| دكتور مطلق السباعي | ٤- اظهار الحق |
| موانا رحمت القرشير النوري | ٥- اشعة خاصة بنور الاسلام |
| ناصر الدين (ايتين ديبية) | ٦- حيات محمد |
| محمد حسين بكيل | ٧- مقالتي الاسلام وابطال خصومه |
| عباس محمود العقاد | ٨- الفلسفة القرآنية |
| | ٩- محاضرات في النصرانية |
| شيخ محمد البوزهره | ١٠- بجانب الاله من التفكير الفلسفي |
| دكتور محمد البهي | ١١- تاريخ الفلسفة |
| ترجمه: دكتور عبد الحكيم محمود | ١٢- التفكير الفلسفي في الاسلام |
| دكتور عبد الحكيم محمود | ١٣- الملل والنحل |
| عبد الكريم شهبازي | ١٤- الفلسفة اليونانية |
| يوسف كرم | |

- ۱۵۔ محمد۔ الرسالة والرسول
 ۱۶۔ المدخل لدراسة الفلسفة
 ۱۷۔ من تحفة الجليل
 ۱۸۔ سوسنة سليمان
 ۱۹۔ مرشد الطالبين
 ۲۰۔ قصة الحضارة
 ۲۱۔ تاريخ المسيحية في مصر
 ۲۲۔ تاريخ الامم القبطية
 ۲۳۔ عهد قديم و جديد
 ۲۴۔ اعتقادات فرق المسلمين والمشركين
 ۲۵۔ فن الخدمة الاجتماعية
 ۲۶۔ مقدمة ترجمة القرآن
 ۲۷۔ ذخيرة الالباب
 ۲۸۔ بشارة لوقا
 ۲۹۔ الاصول والفروع
 ۳۰۔ تاريخ الكتاب المقدس
 ۳۱۔ تاريخ ابن البطريق
- ڈاکٹر نظمی لوقا
 جوتیہ
 یوسف انوری
 نوفل نعمت الشربجری
 ول ڈیوراں
 یعقوب نخلہ رفیلہ
 (انڈونیشی زبان میں)
 امام رازی
 دردیزی، زہیبہ مرزوق
 جارج سیل
 ڈاکٹر ابراہیم سعید
 انیس بوٹر
 ڈاکٹر پوسٹ





اس اہم اسلامی عبادت سے متعلق مستند کتابوں سے ماخوذ فضائل و مسائل کا عمدہ مجموعہ جس میں اس موضوع سے متعلق تمام ضروری مسائل جمع کیے گئے ہیں

محرر
محترم محمد اقبال قریشی صاحب

○

نہر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۰، انارکلی، لاہور

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم
کے سوانح حیات، ملکی فتوحات، سیاسی، انتظامی، مذہبی، اخلاقی اور علمی کارناموں کی تفصیل،
اور خلافتِ راشدہ کے خصائص و حقائق پر سیر حاصلِ سعادت۔

شاہِ معین الدین احمد ندوی

إِذَارَةُ إِسْلَامِيَّاتٍ

انارکلی ○ لاہور